

فتاویٰ رضویہ



فَاتَّبِعُونِي يُحِبُّكُمْ اللَّهُ
OBEY ME ALLAH WILL LOVE YOU

اور

فتاویٰ رضویہ

کا

تقابلی مطالعہ

حضرت علامہ مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی مجددی شاہی امام و خطیب

مسجد جامع فتحپوری دہلی

نبیرہ شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد منظر اللہ نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی پاکستان

234/7 تیسری منزل فشیون بلڈنگ اسٹریچن روڈ ٹیلی فون 217737

فتاویٰ رضویہ

اور

فتاویٰ رضویہ

کا

تقابلی مطالعہ

حضرت علامہ مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی مجددی شاہی امام و خطیب

مسجد جامع فتحپوری دہلی

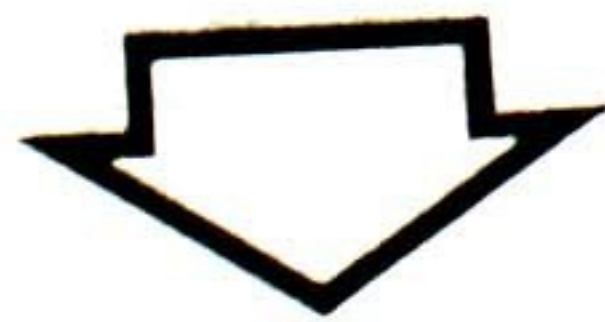
نبیہ شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد منظر اللہ نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی پاکستان

234/7 تیسرے منزل نشیمن بلڈنگ اسٹریچن روڈ ٹیلی فون 217737

حقوق طباعت بحق ادارہ ہذا محفوظ رکھیں

کتاب	فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ رضویہ کا تعابلی مطالعہ
مصنف	علامہ مفتی محمد مکرم احمد نقشبندی مجددی
کتابت	خالد محمود
ناشر	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
اشاعت	اول
طباعت	۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۰ء
تعداد	ایک ہزار
قیمت	۲۵ روپے



ادارہ تحقیقات امام احمد رضا

۲۳۴/۷ نشیمن بلاڈنگ، تیسری منزل، اسٹریٹ روڈ کراچی (سندھ)

انتساب

جدا مجدی شیخ الاسلام حضرت مرشدی و استاذی علامہ مفتی
محمد مظہر اللہ شاہ نقشبندی مجددی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز

کے نام

مفتی محمد مکرم احمد

فہرست فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ رضویہ کا تقابلی مطالعہ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۵۲	مولانا گنگوہی کے فتوے میں	۱۵	۵	پیش لفظ : وجاہت رسول قادری
	غیر ضروری اختصار		۷	تقدیم : پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
۵۶	مولانا گنگوہی کا عربی فتویٰ	۱۶	۱۳	حیات مولانا گنگوہی
۵۷	مولانا بریلوی کا عربی فتویٰ	۱۷	۱۶	حیات مولانا بریلوی
۶۵	مجلس مولود شریف ذکر شہادت اور عرس	۱۸	۲۰	تقابلی مطالعہ
	فاتحہ کے بارے میں مولانا گنگوہی کے		۲۳	فتاویٰ میں طرز اختلاف
	غیر محتاط فتوے		۲۷	اموات کو ایصال ثواب
۶۸	عرس میں شرکت	۱۹	۲۹	مردوں کی روحوں کا آنا
۷۱	مولانا گنگوہی کی یزید کی حمایت	۲۰	۳۱	سرکار کا حاضر و ناظر ہونا
۷۳	یزید کی زندگی کا تاریخی پس منظر	۲۱	۳۳	استدلال کی کمی
۷۹	فتاویٰ رشیدیہ کی اجمالی خصوصیات	۲۲	۳۵	تاویل لا حاصل
۸۳	مولانا بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیات	۲۳	۳۶	حقیقت پسندانہ تفصیل نظر انداز کرتا
۸۶	فتاویٰ رضویہ کی جامعیت	۲۴	۳۸	شان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گھٹانا
۸۹	مولانا بریلوی کا دیگر مذاہب پر دراک	۲۵		مولانا گنگوہی اور مولانا بریلوی کے
۹۵	ماخذ و مراجع	۲۶	۵۲	دورانِ علالت فتوے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
پیش لفظ

کوکم رادر عدم اوج قبولے بودہ است
شہرتِ شعرم بہ گیتی بعد من خواہد شدن

اعترافِ کمال کی دنیاویوں بھی محدود ہے اور معاصرین کی آنکھ اپنے زمانے کی عظمتوں کے اقرار و تسلیم کے معاملے میں کچھ اور بھی تنگ ہوتی ہے۔

اس وقت فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کے عنوان سے جو مقالہ پیش کیا جا رہا ہے یہ صرف اپنے دور کے فتاویٰ کی دو کتابوں کا علمی تقابلی جائزہ نہیں بلکہ دراصل دو ہم عصر علمی شخصیتوں یعنی امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی بانی دیوبند کے خصائصِ سیرت، افکار و خیالات، علمی استعداد و معیار، زبان و اسلوب اور فنی صلاحیت و دسترس کا بھی موازنہ اور تقابلی مطالعہ ہے اس میں ایسی مثالیں بھی موجود ہیں جہاں ذہنی فاصلوں کو ناپنے کی کوشش کی گئی ہے۔

معاصر شخصیات اپنے فضائل و محاسن علمی اور خصائصِ فکر و سیرت میں ایک دوسرے سے جدا دائرے رکھتی ہے لیکن چونکہ وہ ایک ہی عہد میں ہوتی ہیں اور تہذیب و روایات، وضع داری، ادب و تاریخ یا مذہب و سیاست کے ذوق، فکر و نظر اور علم و عمل کے کسی اور دائرے میں اتحاد و اتفاق یا انکار و ایراد کا تعلق موجود ہوتا ہے اس لیے ان میں کسی شخصیت کی عظمت اور فضائل و محاسن علمی کو پرکھنے کے لیے ان معاصرین کے وجود کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کا تعلق معاصرین کے اسی دائرے

سے ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو تین حصوں پر مشتمل ہے اور درمیانی سائز کے ۷۹۷ صفحات پر مشتمل ایک جلد میں شائع ہوا ہے اس میں ۱۳۰۰ کے قریب فتاویٰ ہیں جبکہ کوئی تحقیقی رسالہ نہیں۔

فتاویٰ رضویہ جس کا پورا نام "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" ہے امام احمد رضا کی تصنیف ہے جو کہ ۱۲ ضخیم جلدوں میں تحریر ہے اس کی ہر جلد تقریباً جہازی سائز کے ہزار ہزار صفحات پر مشتمل ہے اس

کی ۹ جلدیں زیرِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں جن کے مجموعی صفحات کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ان میں تقریباً ۱۱۶ تحقیقی رسائل اور ساڑھے پانچ ہزار فتوے ہیں۔ ۱۱۶ تحقیقی رسائل میں اردو کے علاوہ فارسی اور عربی زبان میں بھی متعدد رسائل ہیں ایک فتویٰ انگریزی زبان میں ہے جبکہ بعض منظوم فتاویٰ بھی ہیں۔

زیرِ نظر مقالہ نوجوان فاضل محقق جناب مفتی محمد مکرم احمد صاحب مدللہ، نسیرہ مفتی اعظم فتحپوری جامع مسجد دہلی کی علمی کاوش کا نتیجہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ادب، مذہب، فقہ، حدیث، علم و نظر اور فکر و عمل کے مختلف دائروں میں امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنے معاصر جناب گنگوہی صاحب کے حوالے سے ایک اہم اور بلند مقام پر فائز تھے۔

اس مقالے میں فاضل مقالہ نگار نے امام احمد رضا فاضل بریلوی اور ان کے معاصر مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب جو فضلاً دیوبند میں ایک بلند علمی مقام کے حامل مانے جاتے ہیں، کی شخصیات کا علمی تقابلی جائزہ اپنے ذاتی مطالعہ اور ٹھوس علمی مآخذ کے اعتبار سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس سے نہ تو کسی کی دل آزاری مقصود ہے اور نہ ہی کسی کی زبردستی برتری ثابت کرنا ہے بلکہ مقصود امام احمد رضا فاضل بریلوی کی فکر اور خدمات کے لحاظ سے ہمہ گیر شخصیت، ان کے عہد اور معاصر شخصیات کے بارے میں مطالعہ و نظر کا ایک باب کھولنا اور اہل علم و نظر کو دعوتِ فکر و قلم دینا ہے۔ اس لیے کہ معاصر شخصیات کے حوالے سے کسی شخصیت کا مطالعہ اس کی فکر و سیرت کی تفہیم کا ایک اہم اور مؤثر ذریعہ ہے۔

جب معاصر علمی اور فکری صلاحیتیں آمنے سامنے آتی ہیں تو ان کے جوہر کھلتے ہیں شخصیات کے بارے میں غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں۔ اور بہتر انکار و صلاحیت کو سند امتیاز اور قبولِ عام ملتا ہے۔

ادارہ محترم مفتی محمد مکرم احمد صاحب دامت برکاتہم عالیہ کا ممنون ہے کہ انہوں نے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ پر تحقیقی کام کو آگے بڑھانے کے لیے ایک نیا زاویہ دیا ہے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فضائل و محاسن علمی اور خصائصِ فکر و سیرت کے نئے گوشے اجاگر کر کے تشنگانِ علم کے لیے ایک نئی راہ پیدا کی ہے۔ متلاشیانِ حق اور تحقیق و تدقیق کے جویا یقیناً اس مقالے سے استفادہ کریں گے اور مزید تحقیق و تشریح کے لیے فاضل بریلوی کے اصل مآخذ اور علمی آثار کی طرف بلا خوف و جھجک اور پُر اعتماد طریقہ پر رجوع کر سکیں گے۔

وجاہت رسول قادری عفی عنہ
(نائب صدر ادارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَلِیْمِ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

تقدیم

علامہ مفتی محمد مکرم احمد زید مجیدہ (شاہی امام مسجد فتحپوری، دہلی) شیخ الاسلام حضرت مفتی اعظم شاہ
محمد مظہر الہدیٰ علیہ الرحمہ کے پوتے اور جانشین ہیں جنہوں نے ۶۵ سال مسجد جامع فتحپوری، دہلی کی مسند افتاء و
ارشاد کورونی سنبھالی۔ علامہ موصوف مدرسہ عالیہ عربیہ مسجد فتحپوری دہلی کے فارغ التحصیل، دہلی یونیورسٹی کے
فاضل اور جامعہ ملیہ یونیورسٹی (نئی دہلی) کے استاذ ہیں۔ فتویٰ نویسی کی اجازت مفتی عبدالدام جلالی سے
حاصل ہے۔ وہ کئی سال سے بحسن و خوبی فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ وہ بیک وقت امام بھی
ہیں، مفتی بھی اور محقق و مرشد بھی۔ ۱۹۸۶ء میں راتم نے فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ رضویہ کے تقابلی
جائزے پر ایک تحقیقی مقالہ لکھنے کے لئے ان سے فرمائش کی پہلے تو علامہ موصوف نے تحریر فرمایا کہ وہ اس
موضوع پر سات آٹھ صفحات لکھ سکیں گے مگر جب لکھنا شروع کیا تو تیسرے صفحات سے زیادہ لکھ دیئے فالج اللہ
علیٰ ذلک۔ اس تحقیق سے یہ حیرت انگیز حقیقت سامنے آئی کہ مولوی رشید احمد گنگوہی جن کو
نصیبہ النفس کہا جاتا ہے ایک متوسط درجہ کے مفتی بھی نہ تھے اور امام احمد رضا کا مقام ان سے بہتر ہی
بلند تھا۔

علامہ مفتی محمد مکرم احمد زید مجیدہ ہمہ تن مصروف رہتے ہیں ان کی گونا گوں دینی و علمی مصروفیات کا فقیر

کو علم ہے۔ مصروفیات کے اس اثر و حاصل میں اتنا طویل مقالہ لکھنا بغیر توفیق الہی کے ممکن نہ تھا، علامہ موصوف کو اگر فرصت کے لمحات میسر آتے تو وہ اس سے زیادہ وقیع، منظم و مربوط مقالہ تحریر فرماتے۔

علامہ مفتی محمد مکرم احمد زید مجدد نے فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ رضویہ کے تقابلی جائزے کے لئے سرسری طور پر بعض مسائل سے متعلق فتاویٰ کا انتخاب فرمایا ہے اور ان کی روشنی میں دونوں حضرات کے تلفظ اور تبصر کا تجزیہ کیا ہے مثلاً یہ مسائل:

(۱) رہن سے نفع حاصل کرنا (۲) ولایتی شکر کا استعمال (۳) ایصال ثواب (۴) مرنے کے بعد ارجح کا آنا (۵) قبرستان کی خالی جگہ پر مدرسہ اور کتب خانے کی تعمیر (۶) فیس دے کر مٹی آرڈر بھیجنا (۷) نوٹ پر زکوٰۃ ادا کرنا (۸) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جانا (۹) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب سے آگاہ ہونا (۱۰) اولیاء اللہ کے مزارات سے استمداد (۱۱) مولود شریف اور اعراس کا انعقاد وغیرہ وغیرہ۔ حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا کے کسی بھی ایک جامع و مفصل فتوے کا تجزیہ کیا جاتا تو مقالہ کتابی صورت اختیار کر جاتا۔ مولوی رشید احمد کے فتوے بالعموم چند سطور پر مشتمل ہوتے ہیں اسی لئے علامہ مفتی محمد مکرم احمد زید مجدد نے مولوی رشید احمد کے پورے فتوے نقل کئے ہیں اور امام احمد رضا کے فتووں سے صرف اقتباسات دینے پر اکتفا کیا ہے۔

علامہ موصوف نے فتووں پر عمومی بحث کے بعد امام احمد رضا کی شانِ علم دکھانے کے لئے وہ فتوے بھی نقل کئے ہیں جو بیماری کی حالت میں دونوں حضرات نے لکھے ہیں۔ اس تقابل سے امام احمد رضا کے علم کا اندازہ ہوتا ہے۔ استحضار اسی طرح علامہ موصوف نے عربی زبان و ادب پر امام احمد رضا کی حیرت انگیز مہارت کو دلائل و شواہد کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ یزید کے بارے میں مولوی رشید احمد کے حسنِ ظن اور موافقانہ خیالات کو پیش کر کے خود عالمانہ اور مورخانہ تقابلی کیا ہے مگر اس سلسلے میں امام احمد رضا کے افکار و خیالات نہیں پیش کئے۔ اس بحث میں یہ کمی رہ گئی۔ بہر حال اس سے خود علامہ موصوف کی فنِ فتویٰ نویسی میں مہارت، حبِّ رسول علیہ التحیۃ والتسلیم اور حبِ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ محبتِ ایمان کی جان ہے اور اس دور کی ظلمت میں کسی محبت کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں تو کچھ نہیں۔

علامہ مفتی محمد مکرم زید مجدد نے تقابلی جائزے کے بعد مولوی رشید احمد گنگوہی اور امام احمد رضا

خال بریلوی کے فتویٰ کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے جس سے فنِ فتویٰ نویسی میں دونوں کے مقام و مرتبہ کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ وہ خصوصیات یہ ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ کی خصوصیات

- ① استدلال اور قوت فیصلہ کی کمی
- ② لا حاصل تاویلات سے کام لینا
- ③ ضروری تفصیلات کو نظر انداز کرنا
- ④ ایک ہی سوال کے بارے میں کبھی ہاں، کبھی نا
- ⑤ فروگزاشتوں اور غیر محتاط بے اعتدالیوں کا ارتکاب
- ⑥ غیر ضروری اختصار
- ⑦ کتب حدیث و فقہ کے حوالوں کا فقدان
- ⑧ مختلف فقہی مسائل میں علماء کے اقوال اور فقہاء کی آراء کا ذکر نہ کرنا
- ⑨ مختلف فقہی مسائل میں مفتی بہ اور قول مرجوح کا ذکر نہ کرنا
- ⑩ مفتی کو حیران اور متحسب چھوڑ دینا۔
- ⑪ بعض مسائل میں اپنی لاعلمی اور عاجزی کا اظہار کرنا
- ⑫ بعض مفروضہ اور مزعومہ وجوہات کی بنا پر امورِ مباحہ کو ممنوع، بدعت اور بدعت غلطہ لکھنا
- ⑬ بعض مسائل میں رائے دینے کے باوجود خود مطمئن نہ ہونا

علامہ مفتی محمد مکرم احمد زید مجدہ نے فتاویٰ رشیدیہ کی خصوصیات پیش کرنے کے بعد فتاویٰ رضویہ

کی خصوصیات پیش کرنے سے قبل یہ وضاحت کی ہے۔

”سب خصوصیات کا ذکر کیا بہت مشکل ہے“ اس کے بعد مندرجہ ذیل خصوصیات کا ذکر کیا ہے

فتاویٰ رضویہ کی خصوصیات:

- ① پہلے کتاب و سنت سے استدلال پھر کتب فقہ سے۔
- ② دلائل و استنباطات کی کثرت بعض فتاویٰ میں مصادر کی تعداد ۲۰۰ سے تجاوز کر گئی ہے۔

- ۳ سوال کے پہلو پر تنقیح — فقہاء و علماء کا اختلاف ہے تو قول راجح کا ذکر
- ۴ قرآنی تراجم و تفاسیر، کتب حدیث و فقہ کا بھرپور علم
- ۵ نادر و نایاب حوالوں کا ذکر
- ۶ فقہی کلیات و جزئیات کا استحضار
- ۷ بعض مسائل پر جدید و قدیم علوم کی روشنی میں بحث۔
- ۸ نقلی اور عقلی دلائل کی کثرت
- ۹ دیگر مذاہب کے قوانین اور جزئیات کا علم
- ۱۰ فقہائے متقدمین کا احترام اور اختلاف کی صورت میں ادب سے اعراض نہ کرنا
- ۱۱ موجودہ دور میں درپیش مسائل کا علماً متقدمین کے فتاویٰ کی روشنی میں حل پیش کرنا
- ۱۲ فتاویٰ اور دیگر تصانیف جو ۵۵ علوم میں ہیں مسلک احناف کے علماء کے لئے خصوصاً اور دیگر مسالک کے علماء کے لئے عموماً رہنما کا درجہ رکھتی ہیں نیز منہتی طلباء اور فضلا کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔
- ۱۳ فتاویٰ قرآن حکیم کی اس آیت کی حقانیت کی دلیل ہیں کہ ”اس میں ہر شے کا بیان ہے“
- ۱۴ مستفتی کی ذہنی اور علمی استعداد اور صلاحیت کے اعتبار سے جوابات اور دلائل دیئے جاتے ہیں کہ مستفتی کی تشنگی ختم ہو جاتی ہے اور وہ مطمئن ہو جاتا ہے بلکہ اس کے کسی اور کی طرف رجوع کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔
- ۱۵ جواب لکھنے پر پوری قدرت ہے۔ کسی مسئلے سے لاعلمی یا عاجزی کا اظہار نظر نہیں آتا۔
- ۱۶ تاریخی حقائق کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔
- ۱۷ ہر مسئلے میں اتباع سنت سننیہ کا کمال اہتمام رکھا گیا ہے۔
- ۱۸ فتاویٰ کے مطالعے سے جبریت انگریز قوت مطالعہ قوت حافظہ قوت استنباط استدلال اور قوت بیانی کا اندازہ ہوتا ہے جس نملین میں اہل عرب پیش ہوتا اسی زبان میں اس کو جواب دیا جاتا۔ عربی فارسی ہو یا اردو، حتیٰ کہ منظوم استفتاء کے جواب میں منظوم فتویٰ دیا جاتا۔
- ۱۹ لاکھوں جزئیات قدیمہ و جدیدہ کے منقح مسائل کا صاف صاف حکم ملتا ہے
- ۲۰ ان کے مستفتیوں میں عوام الناس سے لیکر محدث و مفسر، فقیہ و صوفی، جدید و قدیم علوم دینیہ و دنیاویہ کے فضلا اور یونیورسٹی اور کالج کے اساتذہ پائے جاتے ہیں وہ ہر ایک کے مزاج کے مطابق مسائل کی تحقیق و تدقیق

پیش کرتے ہیں۔

۲۱) ہر مسئلے میں اصول تفسیر اصول فقہ، اصول حدیث کی روشنی میں قرآن کریم حدیث سے مستدلات کی کثرت ہے۔

۲۲) فن مصیٰۃ، ریاضی ہندسہ اور توحیت سے فرائض سے متعلق مسائل کی فاضلانہ تحقیق سے

۲۳) دور جدید کے نئے نئے مسائل کی تحقیق و تشریح اور ان کا شرعی حل پیش کیا گیا ہے

۲۴) بدعات و منکرات کا ایمان افروز رد کیا گیا ہے

۲۵) امام احمد رضا کی تحریرات (عربی، فارسی، اردو) فن ادب کا ایسا شاہکار ہیں جن کو کالجوں اور یونیورسٹیوں کی اعلیٰ ادبی کلاسوں کے نصابوں میں شامل کیا جانا چاہیے۔

۲۶) فتاویٰ رشیدیہ میں امام احمد رضا کے کسی فتاویٰ نقل کئے گئے ہیں۔ اس سے بھی فتاویٰ رضویہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی اپنے وقت کے جلیل القدر عالم اور فقیہ تھے مولوی ابوالحسن علی ندوی نے نزمہ الخواطر میں اختلاف مسلک کے باوجود یہ اعتراف کیا ہے کہ امام احمد رضا کو جزئیات، فقہ پر عبور حاصل تھا اس کی نظر نہیں ملتی۔ امام احمد رضا اس طبقہ علماء کی نمائندگی کرتے تھے جس نے دور آزادی میں ملت اسلامیہ کی سادھ کو قائم رکھا۔ ان کا تعلق سوادِ عظیم اہل سنت و جماعت سے تھا جس کو آج عرف عام میں بریلوی کہا جاتا ہے اور یہ نام بقول ابویحییٰ امام ناں نو شہر دی علمائے اہل حدیث کا مرہون منت ہے۔ تقریباً ایک صدی قبل عالم اسلام کے وہی عقائد تھے جس کی تعلیم امام احمد رضا نے دی بعد میں مستشرقین نے اپنی سیاسی ضرورتوں کے مطابق اہل سنت ہی میں بعض افراد کو توڑ کر مختلف فرقوں میں تقسیم کر دیا اور یوں انتشار پھیلتا چلا گیا جو ابھی تک پھیلتا جا رہا ہے۔

اس وقت اتحاد عالم اسلامی کی ضرورت ہے جس کے لئے امام احمد رضا نے اپنے نام و ناموس کی پرواہ نہ کی۔ اتحاد عالم اسلامی مختلف فرقوں کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے سے حاصل نہ ہوگا بلکہ منتشر افکار کے اُس مرکز پر جمع ہونے سے حاصل ہوگا جہاں یہ افکار دو صدی قبل جمع تھے حقیقی اتحاد کے لئے فکری اتحاد ضروری ہے اور امام احمد رضا نے اس کے لئے سعی فرمائی۔ تحقیق سے یہ حیرت انگیز حقیقت سامنے آئی کہ موجودہ دور کے تمام فرقوں کے اکابر اور اجداد کا تعلق اس سوادِ عظیم اہل سنت سے رہا ہے جس کی

امام احمد رضا نمائندگی کرتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ اصاعز نے اکابر اور اخلاف نے اسلاف کی راہ چھوڑ کر اپنی اپنی راہیں بنالیں اور انتشار کا شکار ہو گئے۔ امام احمد رضا اللہ کی عظیم رحمت تھے۔ اس رحمت کا چرچا ہونا چاہیے اور سب فرقوں کو اپنے موجودہ افکار و عقائد کا جائزہ لے کر اپنے اکابر و اجداد کی پیروی کرنا چاہیے یہ وہی راہ ہے جس کو امام احمد رضا نے گہری سوچ اور بصیرت کے بعد اہل اسلام کے لئے متعین کیا ہے اس میں کسی قسم کی مشرم محسوس نہ کرنی چاہیے، انسان سے غلطیاں ہوتی ہیں، دانا انسان تاریخ کی روشنی میں غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے، نادان ضد پر قائم رہتا ہے اور اپنی انا کی خاطر مخلوق الہی کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

قیادت کے لئے دانا و بینا قائد کی ضرورت ہوتی ہے۔ بصیرت سے محروم جذباتی قیادت ملت کو تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ امام احمد رضا اپنے عہد کے عظیم مدبر و مصلح تھے۔ ان کی قیادت کی آج بھی ملت اسلامیہ کو ضرورت ہے۔ ان جیسا دانا و بینا ان کے دور میں تھا اور نہ اب نظر آتا ہے۔ بیس برس مسلسل مطالعہ کے بعد راقم اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اگر عالم اسلام امام احمد رضا کے افکار و عقائد کو رہنما اصول کے طور پر اپنالے تو اتحاد عالم اسلامی کا خواب حقیقت کا روپ اختیار کر سکتا ہے۔ آخر میں علامہ مفتی محمد مکرم احمد زید مجاہد کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے راقم کی فرمائش پر جرات مندی اور بے باکی کے ساتھ ایسا فاضلانہ اور محققانہ مقالہ تحریر فرمایا۔ انہوں نے سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید بنا کر نہیں دکھایا بلکہ جو جیسا تھا اس کی تصویر ہمارے سامنے پیش کر دی اور صداقت شعاری دیا سنت داری کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے معتقدین سے بھی اُمید کی جاتی ہے کہ اس مقالے کو جذبات کی رنگین عینک لگا کر نہیں پڑھیں گے بلکہ تحمل و بردباری کے ساتھ مطالعہ فرما کر حق پسندی کا ثبوت دیں گے۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ہم سب کے شکریہ کا مستحق ہے کہ وہ اپنی مطبوعات شائع کر کے دور جدید کے اندھیروں میں چراغِ مصطفوی کی روشنیاں پھیلا رہا ہے۔ ملت اسلامیہ پر ادارے کا یہ عظیم احسان ہے۔ جس کے لئے ہر فرد مسلم ادارہ کا ممنون ہے اور یہ احسان اس بات کا بھی مستحق ہے کہ اس ادارے کی ہر طرح سے ہمت افزائی کی جائے اور دائے درمے، سخن، قلم اس کے ساتھ تعاون کیا جائے۔

مولائے کریم ہم کو صراطِ مستقیم پر چلائے اور صراطِ مستقیم ہی پر اٹھائے (آمین)

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

حیات مولانا گنگوہی

قصبہ گنگوہی ضلع بہارن پور (یوپی - ہندوستان) کے محلہ سرائے میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی ولادت بروز جمعہ ۱۲۲۲ھ بروز بدھ شبہ ہوئی۔ مولوی صاحب کے والد صاحب مولوی ہدایت احمد مشہور عالم اور ریاضت کش صاحب دل شیخ تھے۔ ۱۲۵۲ھ میں جب ان کا انتقال ہوا اس وقت مولوی صاحب کی عمر تقریباً سات برس تھی۔ مولوی صاحب نے علوم محقولہ میں منطق، فلسفہ، ادب، ہیئت، ریاضی اور علوم منقولہ میں تفسیر، اصول تفسیر، فقہ اور معانی وغیرہ کی اکثر کتب مولانا شیخ مملوک العلی سے پڑھیں اور صحاح تہ قریب تہ قریب کل حرفاً حضرت شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ علیہ سے پڑھیں باقی کتابوں کے اساتذہ میں مفتی صدرالدین تہانی احمد الدین پنجابی کے اسما قابل ذکر ہیں۔ ۲۔

مولوی گنگوہی نے دہلی میں صرف چار سال تعلیم حاصل کی اور مذکورہ اساتذہ سے بھرپور استفادہ کیا۔ وہ بچپن ہی سے تحصیل علم کے دلدادہ، ہوشیار اور ذہین تھے ہمیشہ اپنے ہم جماعت طلبہ میں انہوں نے امتیازی کامیابی حاصل کی۔ علوم منقولہ و محقولہ کی تحصیل کے بعد اپنے وطن مالون مراجعت کی۔ اس وقت آپ کی عمر اکیس سال تھی۔ ۳۔

مولوی گنگوہی کی پیدائش کے وقت ہندوستان میں دینی اور سماجی ماحول کی منظر کشی کرتے ہوئے صاحب تذکرۃ الرشید لکھتے ہیں۔

”حُب جاہ و حُب مال اور طمعِ نفسانی و حرصِ حیوانی جہاں دوسرے مسلمانوں میں سرایت کئے ہوئے تھی اسی طرح جبکہ کچھ زیادہ ان اصحاب میں بھی گھسی ہوئی تھی جو پیشوا اور مقتدا سمجھے جاتے تھے۔ اٹھ آنے پیسوں پر جس مضمون کا چاہوان سے وعظ کہہ لیا اور پچیس ٹکوں پر جس فتویٰ اور جس مسئلہ پر چاہو داغظ کر لیا اور منشا موتی سے لکھوا لیا۔“

۱۔ تذکرۃ الرشید ص ۱

۲۔ عاشق الہی میرٹھی۔ تذکرۃ الرشید ص ۳۵۔ مطبوعہ بہارن پور ۳۔ ایضاً ص ۳۵

۴۔ ایضاً ص ۱۔ نوٹ :- ہر زمانہ میں علماء و محقق رہے ہیں، راقم کی نظر میں یہ عبارت بلا استثناء کے علماء حق پر بہتان ہے جو گناہ کبیرہ ہے اگر اس بیان کو کسی حد تک سچ مان بھی لیا جائے تو کیا مولوی گنگوہی کے اساتذہ و اکابر اس میں شامل نہیں ہو جاتے؟ - تذکرہ میں اس طرح کی عبارات بہت زیادہ ہیں۔

مکرم

مولوی گنگوہی کے مرشد حضرت حاجی انداد اللہ مہاجر مکی ہیں (۵) ان سے بیعت ہونے کے بعد مولوی صاحب کے روحانی مدارج میں بڑی زبردست ترقی ہوئی حاجی صاحب کے الفاظ میں صاحب تذکرہ نے یوں لکھا ہے :۔۔۔

"ایک مرتبہ کسی شخص نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں شکایت کی تھی کہ حضرت دلانا رشید احمد صاحب میں باوجود عالم ہونے کے خلق نہیں پایا جاتا" اعلیٰ حضرت نے یوں جواب دیا تھا کہ :

"میاں عنایت سمجھو کہ مولانا آبادی میں ہیں میرا رشید تو درجہ ملکوتیت پر پہنچ گیا تھا اگر حق تعالیٰ کو اصداغ خلق کا کام لینا نہ ہوتا تو آج خدا جانے کس پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھا ہوتا۔ علمی خدمت اور خداوند تعالیٰ کو ایک کام لینا منظور تھا اس لئے کمر پکڑ کر نیچے آنا اور سستی میں رکھا گیا۔ اوکما قال (۶) بقول پیر صاحب کے شاید انہی مدارج عالیہ کی وجہ ہے کہ مولوی صاحب کی خانقاہ پر رہنے والوں کو اہل صفہ کہا جاتا تھا (۷)

مولوی گنگوہی کا انتقال باختلاف روایت ۹/۸ جمادی الثانی بمطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ بروز جمعہ بعد اذانِ جمعہ تقریباً ساڑھے بارہ بجے ہوا اور کل عمر ۷۸ سال سات ماہ اور ۳ دن ہوئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون (۸)

مولوی گنگوہی منصب افتاء کے جلیسل القدر منصب پر بھی فائز تھے آپ کے اکثر فتاویٰ غیر مدلل اور بعض فتاویٰ بہت ہی مختصر ہیں فتاویٰ رشیدیہ اور تذکرۃ الرشید میں شامل بعض فتاویٰ آپ کی فقہی بصیرت اور تبحر علمی کی دلیل ہیں۔

آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ "فتاویٰ رشیدیہ" کے نام سے تین جلدوں پر مشتمل ہے (۹) پہلی جلد درمیانی سائز

(۵) - تذکرۃ الرشید ص ۲۵

(۶) - ایضاً تذکرہ ص ۵۷۔ نوٹ۔ حاجی صاحب کی یہ عبارت بہت سے سوال پیدا کرتی ہے ذرا ملاحظہ ہو یہ حضرات تو آٹائے دو جہاں باعثِ تخیل کائنات حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو درجہ بشریت سے اعلیٰ نہیں مانتے حاجی صاحب سے بیعت ہو کر "ان کا رشید" درجہ ملکوتیت پر پہنچ گیا تھا تو پیر صاحب کس درجہ پر فائز ہوں گے کہ انہوں نے کمر پکڑ کر نیچے آنا۔ راقم

(۷) - ایضاً تذکرہ ج ۲ ص ۳۲۸۔ نوٹ۔ کیا یہ اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تو ہیں نہیں ہے۔

(۸) - ایضاً تذکرہ ج ۲ ص ۱۳۱

(۹) - مطبع شمس المطابع مراد آباد ۱۳۲۳ھ۔

کے ۱۶۱ صفحات پر مشتمل ہے دوسری جلد ایک سو بہتر ۱۷۲ صفحات پر اور تیسری جلد ایک سو ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے اور ان تین جلدوں میں تقریباً بارہ سو فتاویٰ ہیں۔

مسک کے اعتبار سے وہ محمد بن عبدالوہاب نجدی، مولوی سید احمد، مولوی اسماعیل دہلوی کے پیروکار ہیں۔ ان کے معتقدات کو نہ صرف وہ درست جانتے ہیں بلکہ اپنے متبعین کو ان پر عمل کرنے کی تلقین بھی کر دیتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے خاندان کے بزرگوں کے معتقدات اور مسک کو ماننے کا ان کو اقرار ہے لیکن کھیتہ ایسا نہیں ہے جہاں وہ اپنے مسک سے ٹکراؤ دیکھتے ہیں تاویل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ کی تینوں جلدوں میں اس طرح کے فتاویٰ دیکھے جاسکتے ہیں (۱۰)۔ مولوی صاحب کی

علمی فقہی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں۔

امداد السلوک، براہین قاطعہ، الراہی النجیح فی عدد رکعات التراتیح، رسالہ وقف، رسالہ جمعہ
فی القری، زبدۃ المناک، سبیل الرشاد، فتویٰ ظہر احتیالی، فطرت دانیۃ، فتاویٰ میلاد دعوس، ہدایت الشیعہ
ہدایتہ المحتدی، تصفیۃ القلوب ترجمہ صیفا و القلوب مؤلف حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، لطائف رشیدیہ،

رد الطغیان (۱۱)

(۱۰)۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۸، ص ۱۸، ص ۲۰، ص ۲۵، ص ۵۱، ص ۶۴، ص ۷۲، ص ۷۳، ص ۸۴، ص ۱۱۷

ص ۱۲۳، جلد دوم ص ۵، ص ۹۸، ص ۱۰۶، ص ۱۶۷، جلد سوم ص ۲، ص ۴، ص ۵، ص ۹۶ وغیرہ۔

(۱۱)۔ فتاویٰ رشیدیہ فہرست ص ۲۷۱ تا ۲۷۲

حیات مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا احمد رضا خان کی ولادت ہندوستان بریلی شہر میں ۱۰ شوال المکرم ۱۲۴۲ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو ہوئی۔ جد امجد مولانا محمد رضا علی خاں نے احمد رضا نام تجویز کیا اور یہی مشہور ہوا۔ تاریخی نام المختار ہے (۱)۔ مولانا کے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خاں (م ۱۲۹۴ھ / ۱۸۸۰ء) اور جد امجد مولانا محمد رضا علی خاں (م ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء) جلیل القدر عالم اور صاحب تصانیف فاضل تھے۔ مولانا بریلوی بھی بچپن سے ہی تحصیلِ علوم کے دلدادہ تھے آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ استاد سے سبق پڑھتے ہی حرفِ بحر اور لفظ بلفظ یاد ہو جایا کرتا تھا جس پر استاد بھی حیران رہ جاتے تھے۔

فاضل بریلوی کے اساتذہ میں سے چند قابل ذکر اساتذہ کے اسمگرامی یہ ہیں۔

- ۱۔ شاہ اول رسول مارہروی (۱۲۹۴ھ / ۱۸۸۰ء)
- ۲۔ مولانا محمد نقی علی خاں (م ۱۲۹۴ھ / ۱۸۸۰ء)
- ۳۔ شیخ احمد بن زین دحلان مکی (۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء)
- ۴۔ شیخ عبدالرحمان سراج مکی (م ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء)
- ۵۔ شیخ حسین بن صالح (م ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء)
- ۶۔ شیخ شاہ ابوالحسن احمد النوری (م ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء)
- ۷۔ مرزا غلام قادر بیگ بریلوی

۸۔ مولانا عبدالعلی رام پوری (۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء)

مولانا بریلوی کا سلسلہ اسناد مندرجہ ذیل علماء و اعلام سے ملتا ہے۔

- ۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء)
- ۲۔ مولانا محمد عبدالعلی بکھنوی (م ۱۳۲۵ھ / ۱۸۲۰ء)
- ۳۔ شیخ عابد السنذی المدنی (۲)

۱۔ نظرف الدین بہاری۔ حیات اعلیٰ حضرت (۱۹۳۸ء) ج ۱ مطبوعہ کراچی۔

۲۔ محمد سعید احمد۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ص ۹۴۔

مولانا بریلوی ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۷ء میں شاہ اکل رسول مارہروی سے بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت حاصل ہوئی تیرہ سے زیادہ سلسل میں اجازت و خلافت حاصل تھی جس کا ذکر خود مولانا نے الاجازۃ المکیۃ میں کیا ہے۔ (۳)

مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بیسویں صدی کے منفرد المرتبت اور جلیل القدر عالم تھے۔ بیک وقت بچپن سے زائد علوم و فنون میں ان کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ ان کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف ان کے علم و فضل کی شاہد ہیں۔ علوم قرآن کریم اور علوم حدیث میں مہارت تامہ کا نتیجہ تھا کہ مولانا علم فقہ و اصول فقہ میں نہایت اعلیٰ منفرد مقام پر فائز تھے۔ جس کا اعتراف علماء اہل علم نے کیا ہے۔

فتویٰ نویسی

مولانا بریلوی نے فتویٰ نویسی ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء میں شروع کی تھی جب آپ کی عمر صرف تیرہ برس کی تھی۔ (۴)۔ ابتداء میں آپ والد ماجد کی نگرانی میں اس خدمت کو انجام دیتے رہے سات برس بعد ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں فتویٰ نویسی کی مستقل اجازت مل گئی (۵)۔ چون ۵۴ سال سے بھی زیادہ مدت تک آپ نے فتویٰ نویسی کی ہزاروں فتاویٰ اور سینکڑوں تحقیقی رسائل علوم منقولہ و معقولہ سے متعلق تحریر فرمائے۔ بریلی کے دارالافتاء میں بعض اوقات ایک ایک وقت میں پانچ سو فتاویٰ جمع ہو جاتے تھے۔ ہندوستان کے اطراف بنگال، پنجاب، ملی بار، برہما دارکان، چین، غزنی، امریکہ، افریقہ، جرمن شریٹین اور دیگر بلاد و امصار کے استفتاء آیا کرتے تھے جن کے محققانہ جوابات تحریر کئے جاتے تھے۔ (۶)

۳۔ احمد رضا خاں۔ الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکتہ البہیۃ ص ۳۱۶ - ۳۱۸

۴۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں۔ الملفوظ حصہ اول مطبوعہ کراچی ص ۱۳ - ۱۴

ظفر الدین بہاری۔ حیات اعلیٰ حضرت ج ۲۸ ص ۲۸۔ مکتوب بنام مولانا ظفر الدین بہاری

محمد سعید احمد پرنیسر۔ حیات مولانا احمد رضا خاں مطبوعہ سیالکوٹ ص ۱۲۰۔

۵۔ ایضاً۔ ۶۔ ایضاً۔ ص ۱۲۳، فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۲۹۔

مولانا بریلوی کے فتاویٰ کی بارہ عظیم سائز کی جلدیں ہیں جو "الخطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ" کے نام سے مشہور ہیں۔

ابتداء سے بارہ سال (۱۲۸۶ھ سے ۱۲۹۷ھ) کے فتاویٰ جمع ہی نہیں کئے گئے اور بعد میں جمع کئے گئے ان میں ایک ہی طرح کے بہت سے فتاویٰ کو ایک ہی جواب لکھ کر جمع کیا گیا۔ اگر اس مدت کے سب فتاویٰ اور ہر ہر فتویٰ بالکمال الگ الگ جمع کیا جاتا تو بارہ سے بھی زیادہ فتاویٰ کی جلدیں بن جاتیں (۷)

ملتِ اسلامیہ کا یہ عظیم محدث و فقیہ جس نے اپنے ناموس کو ناموسِ اسلام اور ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا جس کی عظمت کا عرب و عجم نے اعتراف کیا، تاریخ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۲۲ھ / ۱۹۳۱ء بروز جمعہ المبارک بوقت جمعہ المبارک اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (۸)

مولانا بریلوی کو علمِ فقہ پر زبردست عبور تھا وہ متاخرین علماء میں لائٹانی مرتبہ پر فائز ہیں۔ ان کے اکثر و بیشتر فتاویٰ مدلل اور مفصل ہیں بعض فتاویٰ مختصر بھی ہیں۔ آپ نے ساری عمر دینِ متین اور فقہ حنفی کی خدمت کی اور کبھی کوئی محاذ نہ نہیں لیا۔ مختلف فیہ مسائل میں مولانا علماء فقہاء کے اقوال کا تفصیل سے ذکر کر کے قولِ راجح کے اثبات میں قرآن و حدیث سے دلائل پیش فرماتے ہیں ہر فتویٰ میں وہ اپنی رائے کو ضرور ظاہر فرماتے ہیں یہ ان کے فقہی تبحر کا کمال ہے۔ اتباعِ سنت ان کا مسلک اور عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مشرب تھا۔ ہزار ہا فتاویٰ اور سینکڑوں فقہی علمی تصانیف ان کے نادر فضل و کمال پر شاہد ہیں۔ آپ کی عمر صرف اسیٹھ (۶۸) برس ہوئی۔ اس مختصر عمر میں اتنی عظیم دینی خدمت کی مثال کم ملیگی۔ آپ کے فتاویٰ عربی، اردو، فارسی میں نشر اور نظم (۹)

۷۔ احمد رضا خاں۔ الخطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ ج ۳ ص ۲۳ (مفہوم) محمد مسعود احمد حیات مولانا احمد رضا خاں۔ ص ۱۲۷

محمد مسعود احمد۔ حیات مولانا احمد رضا خاں۔ مطبوعہ سیالکوٹ۔ ص ۲۱۰۔

۸۔ محمد مسعود احمد۔ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظریں، لاہور ۱۹۷۸ء، الدولۃ المکیۃ و حمام الحرمین۔

۹۔ محمد مسعود احمد۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ سیالکوٹ ۱۹۸۱ء

عبدالحئی لکھنوی۔ نزہۃ الخواطر ج ۸۔ ص ۳۹-۴۱

ہفت روزہ شہاب لاہور۔ ۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء

معارفِ عظیم۔ گڈ۔ فروری ۱۹۶۲ء۔

۹۔ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۶۵۲-۶۵۵، جلد ۲ ص ۱۹۵۔

دونوں میں ملتے ہیں جو فقہ کے ساتھ ساتھ ادب کا ایک بیش قیمت حصہ ہیں۔

مولانا کے فقہی ماثر، تالیفات و تصنیفات اور رسائل کی تعداد بہت زیادہ ہے سب کا بالاستیعاب

یہاں ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے چنانچہ ہم عربی تالیفات یہ ہیں۔

۱۔ جد المہتار علی رد المحتار (پانچ جلدیں)

۲۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم

۳۔ حاشیہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت

۴۔ حاشیہ المحموی شرح الاشباہ والنظائر

۵۔ حاشیہ میزان الشریعة الکبریٰ

۶۔ حاشیہ کتاب الفراج

۷۔ حاشیہ معین الحکام

۸۔ حاشیہ المہرادیہ

۹۔ حاشیہ فتح القدید

۱۰۔ حاشیہ البدائع الضائع

۱۱۔ حاشیہ الجوهرة النيرة

۱۲۔ حاشیہ مراقی الفلاح

۱۳۔ حاشیة الجد الرائق

۱۴۔ حاشیة الطمطاوی

۱۵۔ حاشیة الفتاوی العالمکیدیہ

۱۶۔ حاشیة رسائل الشامی ۱۷۔ حاشیة الفتاوی السراجیة (۱۰)

(۱۰)۔ مقدمہ بر کتاب کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم مطبوعہ منظمۃ الدعوة الاسلامیہ، لاہوری گئیٹ لاہور۔ (نوٹ) : اس مقدمہ میں مولانا بریلوی کی فقہی عربی، اردو و تصانیف و حواشی کی فہرست باون کتابوں پر مشتمل ہے اور یہ سب حواشی اور تالیفات نہیں ہیں بلکہ اسکے علاوہ اور بھی ہیں دیگر علوم کی تالیفات و حواشی اس سے الگ ہیں۔ مجموعی طور پر ایک ہزار زیادہ ہیں۔

تقابلی مطالعہ

فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کے بالاستیعاب مطالعہ کے لئے کئی مسبووط مجلدات بھی ناکافی ہیں اس مقالہ میں اسکی گنجائش نہیں ہے پھر بھی ہم نے دونوں مفتیانِ کرام کے فتاویٰ سے کچھ فتاویٰ کا انتخاب کیا ہے جس سے دونوں عالموں کا علمی اور فقہی مقام واضح ہو سکتا ہے۔

فتویٰ متفق علیہ ہے اور انداز استدلال مختلف ہے۔ مثال کے طور پر وہ فتویٰ ملاحظہ کیجئے جس میں دونوں مفتیوں نے ایک ہی فتویٰ عدم جواز پر دیا ہے لیکن انداز استدلال مختلف ہے۔ اگر کوئی شخص کسی جگہ یا پھیز کو رہن رکھتا ہے تو اس سے استفادہ کا کیا حکم ہے؟

(۱)۔ سوال :- مکانِ رہن لے کر اس میں رہنا یا کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- مکانِ رہن میں رہنا حرام ہے فقط (۱)

ایک اور جواب اسی باب میں ملاحظہ ہو سوال کا ذکر نہیں کیا جا رہا کہ مضمون طویل نہ ہو۔

الجواب :-... استفادہ رہنا سے حرام مثل ربو کے ہے کسی فقہ نے یہ نہیں لکھا کہ سکونت حلال ہے۔

بلکہ قبضہ کا ہے قبضہ کو سکونت لازم نہیں اور اگر یہ سب صورت ناجائز اور حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد

عفی عنہ گنگوئی [۱۳۱] رشیدیہ [۱۳۱] اس [۱۳۱] میں فتاویٰ رشیدیہ میں اسی سے ملتے جلتے سوالات، جوابات اور بھی ہیں۔

مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جیسے سوال کے جواب میں یہ انداز اختیار کیا ہے۔

مسئلہ :- ۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں وہ شے مرہونہ کو اپنے استعمال میں لانا یا اس میں

سکونت کرنا کسی طور سے جائز ہے یا نہیں ہے۔ جینا تو جروا۔

الجواب :- کسی طرح جائز نہیں۔ حدیث میں ہے کل قرص جہر منفعۃ فہو ربو

یعنی قرص کے ذریعے جو منفعت حاصل کی جائے وہ سود ہے۔ اخرجہ الحارث عن سیدتنا علیہ السلام اللہ

تعالیٰ وجہہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عوامہ طوطاوی پھر علامہ شامی خود شرح در

۱۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۱ ج ۱

۲۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۶ ج ۲

مخارم فرماتے ہیں الغالب من احوال الناس انهم يريدون عتد الدفع الانتفاع
ولم اراه لما اعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف كالمشروط
وهو مما يعين المنع انتهى اقول ولا شك ان هذا لعينه حال اهل الزمان
يعرفه منهم كل من اختبر ومعلوم ان احكام الفتنة اتمت بنى على الكثير
الشائع ولا تذكروا حال شدات وندرت فيه الجواز كما نرى عليه المحقق
حيث اطلق في فتح القدير وغيره من العلماء الكلام فالحكمه في زماننا
هو اطلاق المنع مراقب فيه من له المام بالعلم والكلام هنا وان كان
طويلا فجملة القول ما ذكرنا والله تعالى اعلم (۱۱)

فتاویٰ رشیدیہ میں اس باب میں کوئی بھی اتنا جامع اور مدلل فتویٰ نظر سے نہیں گزرا۔

فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم میں کتاب الرہن میں اس باب کے مختلف پہلوؤں سے تحقیقی فتاویٰ موجود ہیں
جن کو پڑھنے کے بعد پھر کسی دوسری فقہی کتاب کے مطالعہ کی حاجت ہی نہیں رہتی یہ قارئین خود ہی ملاحظہ فرما سکتے ہیں
دونوں عالموں میں کس کا انداز زیادہ یقینانہ اور فاضلانہ ہے۔۔۔ (۱۲)

کسی بھی متفقہ مسئلہ میں فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ میں تحقیق و تنقیح کا آپ یہی انداز پائیں گے۔ مولوی
گنگوہی کے ہاں ہر فتویٰ میں کتب فقہہ کے ماخذ کا ذکر یا تو بالکل نہیں ہے یا بہت ہی کم ہے۔ فتاویٰ استدلال اور
استشادات کی کثرت ہوتی ہے

مولوی رشید احمد گنگوہی کے پاس مستفتی نے ایک سوال بھیجا کہ شکر ولایتی تہذیب کے بارے میں
شرعی فیصلہ کیا ہے تو انھوں نے بہت مختصر جواب دیا۔ اسی مسئلہ میں فتاویٰ رشیدیہ میں ایسے ہی جوابات امیہ دو
مقامات پر اور بھی نظر سے گزرے ہیں لیکن اسی مسئلہ پر جب کسی نے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں استفتاء
پیش کیا تو انھوں نے نہایت جامع اور مدلل جواب عنایت فرمایا جس سے نہ صرف شکر کی حلت و حرمت معلوم ہو گئی
بلکہ ایسے فقہی کلیات و خبریات بھی معلوم ہو گئے جن کی بنا پر اس طرح کے سوالات کے جواب معلوم ہو سکے۔ مثلاً
سوال :- ولایتی تہذیب اور مٹھائی تریاخشک کھانی درست ہے یا نہیں۔

(۱)۔ فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ کتاب الرہن ص ۲۸

(۲)۔ فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ کتاب الرہن ص ۲۸

الجواب :- جس چیز کی نجاست یا حرمت تحقیق ہو یا غالب گمان ہو وہ نہ کھادے اور جس کا

حال معلوم نہ ہو اس کا کھالینا درست ہے۔ فقط (۱)

اب ناضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ دیکھیے

از نواب گنج بارہ بنکی مرسلہ شیخ عبد الجلیل پنجابی ماہ ذی القعدہ ۱۳۰۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں دوسری شکرہ پیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک حلال جانور کی ہوں یا مردار کی اور سنا گیا ہے کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے اس طرح کل کی برف اور وہ چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ نہ جاتا شرعاً کیا حکم رکھتی ہیں۔ بلینا اور جروا۔

الجواب :- فتویٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ سَمِعَ الْمُؤَلِّیَّ وَشَكَرْتُ لِمَنْ حَمَدَ الْعِلْمَ الْاَكْبَرَ، شَكَرْتُ رَبِّیْ

الذَّوْحَلِیَّ، اَلْحَمْدُ اَبَدًا اِسْمُ سَلْمَ سَوَالِ حَمْدِکُمْ اَیَادِیْ اَدْرَارَ اَنْعَمَ کُمْ مَضْرُوبِ اَیَادِیْ حَاجِبِ نَاسِ اِسْ طَرَفِ مَاسِ اِدْرُوعِ هُوَ جِسْمٌ نَهَائِیْتُ ضَرُورًا اِدْرُکُشْفِ وَاوَسِ اِہْمِ اَمُورِ لِهَذَا نَسَبْتُ بِسْمِ اَلْوَاہِبِ اِسْ تَاوَزَ فِرْعَکِ تَحْقِیْقِ وَا تَنْقِیْحِ اِدْرُوعِ شَرْعِیِّ کِی تَوَضُّعِ وَا تَقَرُّعِ اِسْ نَبِیْحِ نَبِیْحِ وَا طَرِزِ رِیْحِ کِی سَاطِحِ عَمَلِ مِیْنِ اَنْعَمَ کُمْ صِرْفِ اِسْیِ مَسْئَلِ تَاوَزَ مَبْکَرِ اِسْ قِسْمِ کِی تَمَامِ خَبْرِیَّاتِ بَیْ اَنْدَاوَزَ کَا حَمْمِ وَا نَشْکَارِ مِیْوَانِ اَنْفَرِ اَلْفَرَاغِ اَبْدِ اَلْمُصْطَفِیِّ اَحْمَدِ رَضَا مَحْمُودِ سِنِی حَنْفِیِّ وَا دَرِیْ بَرِکَاتِیْ بَرِیْدِیْ عَامِدِ اَلْمُؤَلِّیِّ اَلْفَتَوٰی بِلَطْفِهِ اَلْحَفِیِّ وَغَضَلِهِ، وَدَلِیْمُوْمِیْنِ وَا اَحْسَنِ اَلِیْہِ وَا اَلِیْہِمَّ اَجْمَعِیْنِ۔ اِسْ بَارِیْ سِیْنِ یَہِ مَحْمَقْرِ فِتْوٰی لَکْھَا اِدْرِ اَلْحَلِیِّ مِّنِ اَلسُّکْرِ لَطَلْبَتِہِ سَکَرِ رُوسِ اِسْ کَا تَارِیْحِیِّ نَامِ رَکْھَا ہِیْ اَلْحَمْدُ

شروع میں ناضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقدمات قائم فرمائے ہیں جنہیں تفصیل کے ساتھ

حلت و حرمت و طہارت و نجاست کے کلیات و خبریات کا ذکر فرمایا ہے یہ مقدمات فتاویٰ رضویہ ج دوم کے صفحہ ۹۶ سے ۱۳۰ پر ختم ہوتے ہیں پھر اپنے فقہی ضابطہ کلیہ وضع فرما کر جواب شروع فرمایا ہے اور ص ۱۴۲ پر تحریر فرمایا ہے فقیر غفر لہ تعالیٰ لہ نے آج تک اس شکرہ کی صورت دیکھی نہ کبھی اپنے یہاں نہ گائی نہ آگے نہ کھائے نہ جلنے

کا قصد مگر با ایں ہمہ ہرگز مخالفت نہیں مانتا نہ جو مسلمان استعمال کریں اھیں اشم الخ اگے تحریر فرماتے ہیں
 "فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے ان مقدمات عشرہ میں جو مسائل و دلائل تقریر کئے جو اھیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اس
 قسم کے تمام جزئیات مثلاً بکٹ، نان پاؤ، زنگت کی پڑیوں، یورپ کے اٹے ہوئے دودھ، مکھن، صابون، مٹھائیوں
 وغیرہ کا حکم خود جان سکتا ہے۔ اگے نصیحت فرماتے ہوئے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

"غرض ہر جگہ کیفیت خبر و حالتِ مجر و حاصلِ دائتہ و طریقہ مداخلتِ حرام و نجس و تفرقہ ظن و یقین و مدارج

ظنون و ملاحظہ ضابطہ کلیہ مسالک و ذرع مدارات خلق وغیرہ امور مذکورہ کی تنقیح و مراعات کر لیں پھر انشاء اللہ تعالیٰ
 کوئی جزئیہ ایسا نہ نکلے گا جس کا حکم تقاریر سابقہ سے واضح ہو جائے واللہ سبحانہ الموفق والمعلین الخ"

اگر اس پورے فتویٰ کو ہی فتاویٰ رشیدیہ کے تمام فتاویٰ کے سامنے رکھ کر موازنہ کیا جائے تو دلائل و

اسلوب، زبان و بیان کے لحاظ سے یہی ایک فتویٰ اس بات کے ثبوت کے لئے کافی دوائی ہے۔ مولوی گنگوہی

کے مقابلہ میں مولوی احمد رضا خاں بریلوی کا تفصیہ اعلیٰ و اکمل ہے۔ قابلِ ستائش بات یہ ہے کہ اور فتاویٰ کی طرح

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتویٰ کو بھی صرف تین روز کی مختصر مدت میں مکمل کیا ہے دوسرے علماء کے ہاں اس

طرح کی تحقیق نہیں ملتی۔

فتاویٰ میں طرز اختلاف

استفتاء

(۱)۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک اجنبی شخص کے مکان پر

رہتا تھا۔ عمر نے دارثانِ منہدہ کو بہکا کر اور دھوکہ دے کر زید کا نسب سید بتلایا اور نکاح کرادیا بعد چند مدت کے

معلوم ہوا کہ زید سید نہیں ہے بلکہ زور بان ہے اب دارثانِ منہدہ کو شرم و حیا معلوم ہوتی ہے کہ بہت اہانت ہے

کیونکہ سید اور زور بان کا نکاح ہونا بہت عار کی بات ہے لہذا شرع شریف کے مطابق دارثانِ منہدہ کو فسخ کرنا فی

زمانہ جائز ہے یا نہیں دیگر زید بعد ظاہر ہونے کفو کے دہاں سے چلا گیا وقت رخصت زوجه سے کہا میں اس گھر

میں ذیہ قریبہ میں تاحیات نہیں آؤں گا اور قسم بھی کھائی اور بعد کو ایک خط بھی اسی مضمون سے لکھا اب اس کا کیا

حکم ہے بیجا بالدلیل و تعجبوا بالاجرا الجلیل

اس استفتاء پر مولوی عبدالرحمان بریلوی نے جواب لکھا تھا کہ فسخ نکاح کا اختیار ہے۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواب سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا۔

صورت مستفسرہ میں دوسرے سے خود ہی نہ ہوا سائل مظہر مند بالغ ہے اور ردایت منفی بہا پر دلی دالی عورت کے لئے کفایت شرط نکاح ہے یا دلی اقرب پیش از عقد عدم کفایت پر اپنی رضا ظاہر کر دے بعد عقد راضی ہونا بھی نفع نہیں دیتا فی ردالمحتار یعنی فی غیر المصنف بعد رجوع ۵ اصلاً و ہوا لمختار للمضوی و فی ردالمحتار هذا اذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد فلا يفيد الرضى بعد سجد یہاں جب کہ وہ کفو نہیں دلی کو دھوکہ دیا گیا دونوں اس سے کچھ متحقق نہیں ہوا تو نکاح باطل محض رہا بعد ظور حال زید کے قسم و تحریر سب مہمل ہے جس پر ہندہ کے لئے کوئی مرتب نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عہدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ، محمد المصطفیٰ البنی، ن م صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس جواب کے بعد مولوی رشید احمد گنگوہی کے پاس یہ استفسار پیش ہوا اس باب میں مرتب نقوی رشید نے یہ عبارت لکھی ہے۔

فلنازعوا بینہم فرجعوا الی علماء فاختصروا الی شیخنا الاجل امام الفقہاء فی عصرہ المولانا رشید احمد سلمہما اللہ تعالیٰ فاجاب باحسن التفصیل و هو ہذا "فاجاب باحسن التفصیل" خاص طور پر قابل غور ہے اب تفصیل ملاحظہ ہو۔

صورت مندرجہ سزا میں اولیاء کو حق نسخ نکاح ہے اور وہ کسی حاکم یا قاضی مسلمان سے رجوع کریں کہ وہ نسخ کرے مفتی کو حنفیہ کے نزدیک بغیر حکیم طریقین اختیار نسخ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر مندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ، رشید احمد ۱۳۰۱ھ

اس جواب میں مولوی گنگوہی نے مولوی احمد رضا خان صاحب کے جواب سے اختلاف کیا ہے لیکن یہ اختلاف بہت اوجھلے انداز کا ہے فاضل بریلوی نے جو دلائل تحریر فرمائے ہیں ان کا جواب ہے نہ رد ہے اور نہ اپنے مستدلّات کا ذکر ہے۔

بہت سے فتاویٰ، فتاویٰ رضویہ وغیرہ میں ایسے ہیں جن سے مولوی گنگوہی کی رائے سے فاضل بریلوی نے اختلاف کیا ہے۔ وہ اختلاف مدلل ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی اپنی رائے کے استہداد میں بالتفصیل عقلی نقلی دلائل کا ذکر فرما کر مستفتی کی علمی تشنگی کو سیراب فرماتے ہیں، مثال کے طور پر مولوی گنگوہی سے سائل نے سوال کیا۔

(۲)۔ مسئلہ۔ مذہب حنفیہ میں عصر کے وقت کے بارے میں ایک مثل کو زیادہ قوت ہے یا دو مثل کو مفتی بہ اور راجح قول کون سا ہے کسی مسجد میں قبل از دو مثل عصر کی جماعت ہو رہی ہو تو نماز ان کے ساتھ ادا کرے یا نہیں اور اگر مل گیا تو عصر کے فرض ہوئے ساقط یا نفیس اور بعد از دو مثل اپنی عصر کی نماز ادا کرے اور وہ لوگ جو قبل از دو مثل ادا کرتے ہیں آثم ہوں گے یا نہیں۔

الجواب ... بندہ کے نزدیک ایک مثل کو زیادہ قوت ہے لہذا اگر ایک مثل میں کسی نے نماز پڑھ لی فرض عصر اس کے ذمہ سے ساقط ہوئے اور اعادہ جائز نہ ہو گا کہ نفل بعد صلوٰۃ عصر منع ہیں اگرچہ بعد تیلنر کے نماز پڑھنا احوط ہے للخروج عن الخلفان فقط۔

ایک اور سائل نے مولوی رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں ایک مسبوط استفتاء پیش کیا اور اس میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما کے حوالہ سے لکھا ہے کہ دونوں تیلنر کے بعد عصر کے وقت کے قائل ہیں بسائل نے لکھا "اب گذارش ہے کہ مذہب ایک مثل ظہر میں اور بعد مثل عصر میں مفتی بہ اور محقق و معمول بہ از روئے روایات صحیحہ حسب ارشادات اکابرین محققین رحمہم اللہ تعالیٰ آپ کے ہے یا نہیں۔

الجواب ... وقت ظہر میں ایسا کرنا احتیاط ہے کہ ظہر بعد مثل کے نہ پڑھیں اور عصر قبل تیلنر کے پڑھیں اور ایک روایت سے امام صاحب کے بھی یہ ثابت ہوتا ہے اور باایں ہمہ مذہب تیلنر پر اعتراض نہیں ہو سکتا اور اس عبارت بتان الحمدین حضرت شاہ عبدالعزیز اور تفسیر منظرہ سے قطعیت اور نفی صراحتہ تیلنر معلوم ہوتی ہے لہذا مذہب تیلنر مرجوح ہے اور ایک مثل قوی اور معمول بہ اکثر فقہاء فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ (۲)

۱۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۹۵

۲۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۴ ج ۲

ایک اور موقع پر مولوی گنگوہی لکھتے ہیں۔ بادراغزہ مولوی محمد صدیق صاحب مدنیو ضمیمہ السلام علیکم
دقت مثل بندہ کے نزدیک زیادہ قوی ہے روایات حدیث سے ثبوت کا مثل ہوتا ہے ڈوشل کا ثبوت حدیث
سے نہیں بناو علیہ ایک مثل پر عصر ہو جاتی ہے گو احتیاط دوسری روایت میں ہے نعت والسلام ۲۴ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ
بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۱)

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی رشید احمد گنگوہی کی اس رائے سے کلی طور پر اختلاف کیا ہے اس اختلاف
کو مدلل طور پر معتبر احادیث شریفہ اور آئمہ و فقہاء کرام کے اقوال و آراء سے ثابت کیا ہے۔ اگر ان فتاویٰ کو ہم تفصیل
سے لکھیں تو یہ مقالہ بہت طویل ہو جائے گا اس لئے بغرض اختصار ایک جواب کا لمحض پیش کیا جاتا ہے۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا "حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جب
تک سایہ ظل اصلی کے علاوہ دوسرا مثل نہ ہو جائے وقت عصر نہیں آتا اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی مثل کے بعد
آجاتا ہے اگرچہ بعض کتب فتاویٰ وغیرہ تصانیف بعض متأخرین مثل برہان طرابلسی و فیضی کرکی و در مختار میں قول صحابین
کو مرجع بتایا مگر قول امام ہی احوط واضح و از روئے دلیل ازج ہے۔ عموماً متون مذہب قول امام پر جزم کئے ہیں اور عامہ
اجلہ شارحین نے اسے مرضی و مختار رکھا اور آئمہ و آقا بکہ جمہور پیشوایان مذہب نے اسی کی تصحیح کی۔ امام ملک
العلما ابو بکر مسعود نے بدائع اور امام رخصنی نے محیط میں فرمایا هو الصحیح یہی صحیح ہے الخ (۲) اسی فتویٰ میں بتفصیل
معتبر و متداول فقہ کتب سے دلائل لکھنے کے بعد آپ لکھتے ہیں۔

"پس محتاطی الدین کو لازم اگر جانے کہ مثل ثانی بعد جماعت مل سکتی ہے اگرچہ ایک ہی آدمی کے
ساتھ تو اس جماعت باطلہ یا کم از کم مکروہہ بکرامت شدیدہ میں شریک نہ ہو بلکہ وقت اجماعی پر اپنی جماعت صحیح نظیفہ
ادا کرے اور اگر جانے کہ پھر میرے ساتھ کوئی نہ ملے گا تو بتقلید صاحبین شریک جماعت ہو جائے اور تحصیل صحت
متفق علیہا در فح کرامت کے لئے مثل ثانی کے بعد پھر اپنی تنہا ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (۳)

(۱) فتویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۹۴۔

(۲) فتاویٰ رضویہ ص ۲۵۶ ج ۲

(۳) فتاویٰ رضویہ ص ۲۵۸ ج ۲

اموات کو ایصالِ ثواب

ایصالِ ثواب کے بارے میں اب تک تو ہم کو ادرسب مومنین کو یہی معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے پناہ رحم و کرم والی ہے اس کے خزانہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ اگر کوئی سورہ قل ہو اللہ شریف پڑھ کر سارے مومنین مومنات کو بخش دیتا ہے تو سب کو پورا پورا ثواب ملتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کے منافی ہے کہ وہ ہر ایک کو ثواب تقسیم کر کے پہنچائے اگر وہ ایسا فرماتا تو پھر ایصالِ ثواب کرنے والے کے پاس کچھ بھی نہ بچتا اور ہر مومن دوسرے کو بہت قلیل ثواب پہنچتا عقل بھی اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیاوی مینموں کی طرح حساب تقسیم کیا جاتا ہو لیکن فتاویٰ رشیدیہ سے دفناری ملاحظہ فرمائیں۔

سوال ۲۷۔ ایک شخص تین مرتبہ قل شریف پڑھ کر اپنے والدین کو بخش دیتا ہے زید نے یہ بات سنا کر اس شخص سے کہا کہ تم تین مرتبہ قل شریف پڑھ کر تمام زمانہ کے مسلمانوں کی ارواح کو بخش دیا کرو ہر ہر فرد بشر کو ایک ایک ختم قرآن کا ثواب ملے گا اور تمہارے والدین کے ثواب میں کوئی کمی نہ آسکے گی اب وہ شخص یہ پوچھتا ہے کہ سب دنیا کے مسلمانوں کو میرے والدین کے اگر ایک ایک ختم قرآن کا ثواب ملے اور میرے والدین کے ثواب میں کمی نہ ہو تو سب مسلمانوں کی میں نیت کر لیا کروں گا ورنہ مجھ کو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ میں اپنے والدین کا ثواب کاٹ کر اردل کو دوں اس میں صحیح مسئلہ کیا ہے؟

الجواب:۔ میرے اتنا دوں گا یہ قول ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ثواب تقسیم ہو کر پہنچتا ہے نہ سب کو

پورا پورا اور اس باب میں کوئی روایت حدیث کی نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

سوال:۔ ایصالِ ثواب میں نیت سب اموات کی کرے تو سب کو برابر پہنچے گا یا تقسیم ہو کر

پہنچے گا؟

الجواب:۔ یہ ثواب سب تقسیم حصہ رسد ہو گا جب ظاہر ہے ادرسب کو ہر ہر فاحد کو پورا پورا

ثواب جیسا مشہور ہے کوئی روایت صحیح بندہ کو معلوم نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (۲) رشید احمد عفی عنہ

اسی مسئلہ پر حضرت فاضل بریلوی علیہ رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین و فضلاء شریعت این اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے ایک کلام مجید تلاوت کر کے ختم کیا اور اس کا ثواب پندرہ شخصوں کی ارواح کو لے کر بخشا ان روحوں میں تقسیم ہو جائے گا یعنی فی روح دو پارے پہنچیں گے یا فی روح کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا اور نتیجہ اس کا دنیا میں ملے گا یا عقبیٰ میں دوسرے یہ کہ ثواب کس طرح کہہ کر پہنچائے۔

الجواب :- اللہ عزوجل کے فضل سے امید ہے کہ ہر شخص کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا۔ واللہ اعلم
میں ہے۔ سئل ابن حبر الملکی عما لوقر لاهل المقبلة الفاتحة هل تقسیم الثواب بینہم او یصل لكل منہم مثل ثواب خ لک کاملا اجاب بانہ جمع بالثانی وهو لا لاق بسعة الفضل۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق فتاویٰ نیر میں ہے نتیجہ لنا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اختیار میں ہے مسلمانوں کو نفع رسانی سے اللہ عزوجل کی رضا اور رحمت ملتی ہے اور اس کی رحمت دونوں جہاں کا کام بنا دیتی ہے آدمی کو اللہ تعالیٰ کے کام میں اللہ کی نیت چاہیے۔ دنیا اس سے مقصود رکھنا حماقت ہے دعا کرے کہ الہی جو میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں شخص یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچا اور ان فضل یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو پہنچائے مساک متقسط میں ہے۔

یقراً ما تيسر لمن الفاتحة والاخلاص
سبعاً او ثلاثاً ثم يقول اللهم اوصل
ثواب ما قرأناه الي فلاں او اليہم
سورہ فاتحہ اور سورہ اخلص میں سے جو سہولت ہو
سات مرتبہ یا تین مرتبہ پڑھ کر یہ دعا کرے کہ اے میرے
اللہ! جو ہم نے پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں شخص یا
ان سب کو پہنچا۔

محیط دتار خانہ دثامی میں ہے۔

الافضل لمن يتصدق نفلان يتوعى
لجميع المؤمنين والمؤمنات لانها
تصل اليهم ولا ينقص من اجده شئ
نفلی ثواب صدقہ کرنے والے کے لئے افضل ہے کہ سب
مؤمنین و مومنات کے ایصالِ ثواب کی نیت کرے اس لئے کہ
بیشک ثواب سب کو پہنچے گا اور اس کے اجر میں کوئی کمی
ہیں لگے گی

(۱۱)

فاضل بریلوی نے اس مختصر سے جواب میں سارے مسائل حل فرمادیئے اور فقہا کرام کی اُردو بھی پیش فرمادیں جیسا کہ فتویٰ میں مذکور ہے کہ اعلیٰ حضرت کے دیگر فتاویٰ و رسائل میں اس کی تحقیق و تفسیل دی جا چکی ہے اس سلسلے میں اگر مندرجہ ذیل حدیث شریف کو بھی مستدل بنایا جائے تو درست ہے

عن جریر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اجرهم شیء ومن سن فی الاسلام سنة سیئة کان علیہ وذرہا وذر من عمل بها من بعده من یمران ینقص من اوزارہم شیء (مسلم شریف مشکوٰۃ)

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اسلام میں کسی اچھے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس کو اپنے رائج کرنے کا بھی ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور جو دین اسلام میں کسی برے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس شخص پر اس کے رائج کرنے کا بھی گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

اسی طرح کی اور بہت سی احادیث شریفہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ رب العالمین کے ہاں ثواب تقسیم ہو کر نہیں پہنچتا۔ تقسیم تو وہ کرتا ہے جس کا خزانہ محدود ہو اور اس میں اضافہ سے وہ عاجز ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا خزانہ محدود ہے اور نہ ہی وہ عاجز ہے تو پھر تقسیم ہونے کا کوئی مطلب ہی نہیں۔

مردوں کی رُوحوں کا آنا

دنیا سے انتقال کر جانے کے بعد مردوں کی رُوحیں دنیا میں آتی ہیں یا نہیں، اگر آتی ہیں تو کس کس دن اس کے بارے میں مولیٰ رشید احمد گنگوہی کے پاس مستفتی نے مندرجہ ذیل استفتاء بھیجا۔

سوال :- شب جمعہ میں مردوں کی رُوحیں اپنے گھر آتی ہیں یا نہیں جیسا کہ بعض کتب میں لکھا ہے

الجواب :- مردوں کی رُوحیں شب جمعہ میں اپنے اپنے گھر نہیں آتیں۔ روایت غلط

ہے۔ فقط (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۰۹)

سوال :... ارواحِ مومنین ہر جمعہ کی شب کو اپنے اہل و عیال میں آتی ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں

اس طرح کا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہیں۔ جینا تو جدوا۔

الجواب :... ارواحِ مومنین کا شبِ جمعہ اپنے گھر وغیرہ کو آنا کہیں ثابت نہیں ہوایہ روایات و اہم یہ

ہیں ان پر عقیدہ رکھنا ہرگز نہیں چاہیے۔ نقطہ واللہ تعالیٰ اعلم، کتبہ الراجی بربرہ رشید احمد گنگوہی (۲)

ذرا ندر کلام ملاحظہ فرمائیے اور پھر حضرت فاضل بریلوی کی تصنیف ایتان الارواح لیدیان ہم

بعد الارواح (۱۲۲۱ھ) ملاحظہ فرمائیے جن میں آپ نے بڑی تحقیق و تدقیق کے بعد فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ مومنین کی ارواح

کن ایام میں اپنے گھروں میں آتی ہیں صالحین کی رحوں کا کیا حال ہے اور کفار کی رحوں کہاں مقید ہیں اس کے بارے

میں قول تفصیل بتایا ہے۔ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام مسائل کو مندرجہ ذیل معقولہ دلائل سے ثابت کیا ہے

تفصیل یہ ہے۔ مسد ۱۲، شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس وقت انسان کی روح اپنے جسم سے پرداز

کرتی ہے بعد اس کے پھر بھی کبھی اپنے مکان پر آتی ہے یا نہیں؟ اور اس سے کچھ ثواب کی خواستگار و خواہ درآن نجد

یا خیرات طعام وغیرہ ہو یا رد یہ پلسیہ ہوتی ہے یا نہیں۔ اور اگر روح اپنے مکان پر آتی ہے تو کس کس دن آیا کرتی ہے

اور اس سے سنکر (یعنی رحوں کے آنے سے انکار کرنا) گنہگار ہے یا نہیں؟ اور اگر گنہگار ہے تو کس گناہ میں شامل

ہے۔ جینا تو جدوا۔

فاضل بریلوی نے اس استفتاء پر مفصل اور بہت مدلل جواب تحریر فرمایا ہے جس کا بیحد نقل کرنا

تفصیل کا باعث ہوگا۔ کچھ اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں۔

الجواب :- خاتمة المحدثین شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ شریف

باب زیارة القبور میں فرماتے ہیں۔

مستحب است کہ تصدیق الخ

”میت کے دنیا سے رخصت ہونے کے سات روز بعد تک اس کی جانب سے صدقہ کرنا مستحب ہے

میت کی طرف سے صدقہ کرنا بہ اتفاق اہل علم، نفع بخش ہے اس سلسلہ میں احادیث صحیح وارد ہیں خصوصاً پانی

اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ میت کو صدقہ اور دعا کے سوا کچھ نہیں پہنچتا ہے اور بعض روایات میں ایسا ہے کہ میت کی روح اپنے گھر میں جمع کی رات کو آکر دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کیا گیا ہے یا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ دلائل کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

خزانة الروایات میں ہے۔

بعض علمائے محققین سے روایت ہے کہ رخصت شب جمعہ چھٹی پاتی ہیں اور پھیلتی پھرتی ہیں پہلے وہ اپنی قبروں پر آتی ہیں اور پھر اپنے گھروں میں آتی ہیں۔

عن بعض العلماء المحققین ان الایواح یتخلص لیلۃ الجمعة وتنتشر فجاء والی مقابرهم ثم جاءوا فی بیوتهم۔

دستور القضاة مستند صاحب مائتہ مسائل میں فتاویٰ امام نسفی سے ہے۔

بلے تک مومنوں کی رخصت ہر شب جمعہ اور جمعہ کے دن اپنے گھروں میں آتی ہیں اور دروازے کے پاس کھڑی ہو کر در دناک آواز سے پکارتی ہیں اے میرے گھر والو! اے میرے بچو! اے میرے عزیزو! ہم پر صدقے سے ہر کرد۔ ہمیں یاد کرو اور ہمیں بھول نہ جاؤ ہماری غربت میں ہم پر ترس کھاؤ اور رحم کرو۔

ان ارواح المؤمنین یا تون فی کل لیلۃ الجمعة و یوم الجمعة یتقومون ببناء بیوتهم ثم یناری کل واحد منهم بصوت حنین یا اہلی ویا اولادک ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی الخ۔

نیز خزانة الروایات مستند صاحب مائتہ مسائل میں ہے۔

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے جب عید یا جمعہ یا عاشورہ کا دن یا شب برات ہوتی ہے، اموات کی رخصت آکر اپنے گھر کے دروازوں پر کھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہے کوئی جو ہمیں یاد کرے ہے کوئی ہم پر ترس کھائے ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اذ کان یوم عید او یوم جمعة او یوم عاشورہ اور لیلۃ النصف من شعبان تاتی ارواح الاموات و یتقومون علی ابواب بیوتهم فیقولون هل من احد یدکنا هل من

احد یتروحم علیناھل من احد ید کر غربتنا - الحدیث

مزید استدلال کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں۔

باقی رہا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا یہ قول کہ ارواح کا اپنے گھر دل میں آنا یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور اور متواتر صحاح کی حاجت ہے قطعیات کا اعتبار ہے، نہ طینات صحاح کا یعنی اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم کی بھی صحیح و صریح حدیثوں میں ہو کہ روحم آتی ہیں تو وہ حدیثیں بھی ان کے نزدیک مردود ہوں گی کہ ان روایات میں علم نہیں علم ہے اور تسلیم بھی کر لیجئے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل۔ براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں چاروں سے زیادہ پر یہی العجوبہ پھیلا ہوا ہے۔ اقول

اگر ہر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو، اگرچہ اسے نفیاً یا اثباتاً کسی طرح عقائد میں دخل نہ ہونا نافی یا مثبت کسی پر اس نفی و اثبات کے سبب حکم ضلالت و گمراہی محتمل نہ ہو، سب باب عقائد میں داخل ٹھہرے جس میں احادیث بخاری و مسلم بھی حجت تک متواتر نہ ہوں نہ مقبول ٹھہریں تو اولاً میر و معاریٰ مناقب علوم سب گاد خورد دریا بردہ جائیں حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان علوم میں صحاح درکنار ضعیف بھی مقبول۔ سیرت انسان العیون میں ہے لا ینحفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف الخ اس مبحث کی تفصیل فقیر کی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل لالہا میں ملاحظہ ہو

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سات وجوہ کی بناء پر مولوی رشید احمد صاحب کے قول کو باطل ٹھہراتے ہوئے لکھا ہے سالجاً ختم الہی کا ثمرہ دیکھئے۔ اسی براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں فضیلت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے اعتقادات میں داخل کرایا ہے کہ صحیحین بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی جو وسعت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دال ہیں مردود ٹھہریں اور.... وہیں اس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عظیم کی تنقیص کو ایک محض بے اصل اور بے سند حکایت سے سند لائے کہ شیخ عبدالحق ردایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں " حالانکہ شیخ قدس سرہ نے ہرگز ردایت نہ کیا بلکہ اعتراضاً ذکر کر کے صاف فرمایا تھا کہ :

" ایں سخن اھلے نہ دارد در روایت بدال صحیح نہ شدہ است۔ "

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ماننے کو جب تک حدیث قطعی نہ ہو بخاری و مسلم بھی مردود اور محاذ اللہ حضور کی تنقیص فضائل کے لئے بے اصل اور بے سند، بے سند یا حکایت مقبول و محمود اور پھر

دعوائے ایمان و امانت و دین و دیانت بدستور موجود ہے ان اللہ و احنا الیہ راجعون۔ کذلک یصلح
اللہ علی کل قلب متکبر جبار۔

خلاصہ کے طور پر آخر میں فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔

آنے کے بارے میں تو اتنی کتب اور علماء کی عبارات ہیں مگر نفی و انکار کے لئے کون سی روایت ہے۔
کس حدیث میں آیا ہے کہ روجوں کا اپنا باطل و غلط ہے تو ادعا لے لے دلیل محض باطل و ذلیل۔ یہ کسی بہت دھڑی ہے ہر
طرف مقابل پر روایات موجود، صرف بر بنائے ضعف مردود، اور اپنی طرف سے نہ روایت کا نام و نشان اور ادعا لے لے نفی
کا بہت نشان۔ روجوں کا اگر باب عقائد سے تعلق ہے تو نسیاناً و اثباتاً ہر طرح اس باب سے ہو گا اور دعوائے نفی کے لئے
بھی دلیل قطعی درکار ہوگی یا مسئلہ ایک طرف سے باب عقائد میں ہے کہ صحاح بھی مردود اور دوسری طرف سے...
ضروریات میں ہے اصلاً حاجت دلیل مفقود۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا بریلوی عفی عنہ، بمعدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۱)

کیا فرماتے ہیں علماء دین رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ ایک طرف چند پرانی قبریں پائی جاتی ہیں
اور باقی ایک تہائی میدان پڑا ہوا ہے اور وہاں کے عمر رسیدہ قریب اسی سے سو برس کے بزرگوں سے تحقیق کرنے
پر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے ہوش سے ہم لوگوں کے جاننے میں کسی حصہ اس سطح زمین میں کوئی میت دفن نہیں
ہوئی ہے اس پر چند مسلمان عالی ہمت نے اس تہائی خالی سطح زمین پر مدرسہ اور کتب خانہ بنانے کے لئے حکم
دقت سے درخواست کی تحقیق کرنے کے بعد وہاں کوئی قبر نہیں ہے حاکم نے اجازت دے دی ان حضرات نے
مدرسہ و کتب خانہ بنانے کے لئے تمام سامان فراہم کیا ہے اس صورت میں اس مقام پر
مدرسہ و کتب خانہ بنانا درست ہے یا نہیں اور مدرسہ کی بنیاد اکھودتے دقت اگر اچاناً وہاں مردے کی بوسیدہ
پڑی نکلے تو اس کا کیا حکم ہے۔ بیتوا تو جدوا

حجاب الہالی مدرسہ جامع العلوم

ایسے مقام پر کتب خانہ اور مدرسہ بنانا جائز ہے۔ لعدم المانع اور اگر بوسیدہ پڑی اتفاقی طور پر

نکل آئے تو اس کو کہیں دفن کر دے و قتال الریلعی ولویلی المیت و صارت راجحاً و فن

غیرہ فی قبرہ و زرعہ والبتاء علیہ آھ شامیہ ص ۵۹۹ واللہ اعلم الاحقر محمد رشید
مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کمان پور

خلاصہ جواب مولوی احمد حسن صاحب

صورت مسئلہ اس مقام پر کتب خانہ د مدرسہ بنانا جائز ہے اس لئے کہ یہ جگہ جب مقبرے کے
نام سے مشہور اور وقف ہے تو شرعاً یہ مقبرہ سمجھا جائے گا اور اس مقبرے کے لئے یہ زمین وقف ہوگی اور اس
کی شہرت اس کی دلیل کے لئے کافی ہے۔

در محنتار میں ہے۔

تقبل ذیۃ الشہادۃ بالشہرۃ الخ
ردالمحتار میں ہے الخ عالمگیریہ۔

الشہادۃ علی الوقف بالشہرۃ یجوز الخ۔

اور اس کے مندرس ہو جانے سے دوسرا کوئی نفع لینا درست نہ ہوگا۔

تہذیبی خان مطبوعہ مصر جلد ثالث ص ۳۱۴۔

مسئدۃ قدیمیۃ بحلۃ لم یبق فیہا آثار المقبرۃ یباح

المحلۃ الانتفاع بہا قال ابو نصر رحمہ اللہ لالتالی لا یباح الخ۔

عالمگیری جلد ثانی مطبوعہ مصر ص ۲۶ اور ص ۲۷

سئل الامام شمس الآئمہ محسود الاون جندی فی المقبرۃ اذا

اقد رست ولم یبق فیہا اثر الموتی لا العظم ولا غیرہ هل یجوز ذرہا

استغلا لہا قال لا و نہا حکم المقبرۃ کذا فی المحيط۔

نہ عدم جواز انتفاع بالمقبرۃ امام زلیحی کی اس عبارت ہی کے خلاف ہے اس لئے کہ انھوں

نے جواز میت کے بسیدہ اور خاک ہو جانے پر مرتب فرمایا ہے اور یہاں عدم جواز اس وجہ سے نہیں بلکہ

یہ سبب مقبرہ کے وقف ہونے میں ہے جیسا کہ صحیح نے عالمگیری مجموعہ مصر میں لکھا ہے عبارت منقولہ عالمگیری

پر یہ عبارت لکھی ہے۔

قوله قال لا هذا الا بنا في ما قاله الزبيلي لان المانع ههنا
كون السجل موقفا على الدفن فلا يجوز استدعاءه في غيره فليأمل
وليقرأه مع صحبه -

اور مسائل سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ غیر جنس کی طرف وقف جائز نہیں ہے -

عالمگیری جلد ثانی ص ۲۷۸

سئل شمس الاہلۃ الخلوانی عن مسجد او حوض حزب لا یحتاج
الیہ المفرق الناس هل للقاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجد آخر او
حوض آخر قال نعم ولو لم یتفرق الناس ولكن استغنی الحوض عن العمارة
الی عمارة وهناك مسجد محتاج الی العمارة او علی العکس هل یجوز للقاضی
صرف وقف ما استغنی عن العمارة الی عمارة ما هو محتاج الی العمارة فقال
لا یكذافی السحیط -

لہذا اس زمین میں جو دفن کے لئے وقف ہو مدرسہ بنا جاؤں نہ ہو گا گو خالی ہی کیوں نہ ہو،
اور دوسرے اس کا خالی ہونا فقط اتنی شہادت سے کہ ہماری عمر میں ہمارے علم میں کوئی میت دفن نہ کی
گئی۔ نہیں ثابت ہو سکتا اور جبکہ اس قدیم مقبرے کا پڑھنا سمجھا جاتا ہے کہ جب دو تہائی زمیں میں قبر اس
قدر پرانی ہیں اور سو برس کے لوگوں کے ہوش سے قبل کی ہیں تو ایک ثلث میں اس سے بھی پہلے کی ہوں
گی اور وہ بالکل منہدم ہو گئی ہوں اور زمین بالکل صاف سلوم ہوتی ہو زمین بھر جانے کی وجہ سے دفن کرنا چھوڑ
دیا گیا ہو۔ ہاں۔ اگر کوئی شخص بیان کرے کہ جب سے یہ زمین مقبرے کے لئے وقف ہوئی کوئی میت اس
تہائی میں نہ دفن کی گئی تو البتہ خالی ہونا ثابت ہو سکتا ہے پھر بھی مدرسہ وغیرہ سوائے دفن کے دوسرے کام
میں لانا جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدہ العاصی فضل الہی عفی عنہ

دنہا لہجواب صحیح کتبہ عبدالرزاق عفی عنہ

الہجواب الثانی صحیح کتبہ احمد حسن عفی عنہ

جواب مولوی رشید احمد گنگوہی

یہ جواب صحیح نہیں ہے اور مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ الحاصل وہ قبرستان وقف نہیں ہے تو کچھ کلام نہیں ہے اور قبرستان کہ جو وقف مشہور کر دیتے ہیں یہ سب جگہ جاری نہیں اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ گورستان وقف نہیں ہوتا اور بعد تسلیم اس بات کے کہ وہ وقفی ہے اس صورت میں کہ وہاں دفن اموات کا ایک مدت دراز سے بند ہے تو اس میں دوسرا مکان وقفی بنا دینا درست ہے لہذا مدرسہ وقفی بنانا اس گورستان میں جائز ہے چنانچہ اس روایت سے واضح ہے۔ یعنی عینی شرح بخاری جلد ۲ ص ۳۵۹۔

فان قلت هل يجوز ان تبني المساجد على قبور المسلمين قلت قال ابن القاسم لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجد لما ركبك جاسا و جذاك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لاحد ان يملكها فاذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صونها الى المسجد لان المسجد ايضا وقف من اوقاف المسلمين لا يجوز تملكه لاحد فمعناها على هذا واحداً۔

اور کتب فقہیہ میں بھی روایات جواز موجود ہیں مگر بندے کو مہلت نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح بندہ محمد عفی عنہ

اس استفتاء پر مجیب اول کے جواب، مجیب ثانی کے جواب اور مجیب ثالث کی تحریرات کے مطالعہ کے بعد حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب تحریر فرمایا۔

الجواب

اللهم ہدایت الحق والصواب

جواب اول غلط صریح اور حکم ثانی حق و صحیح اور تحریر ثالث ہل تیس ہے۔

گنگوہی صاحب کا بے محل شقشقہ۔

اولاً سوال میں صاف تصریح بھی کیے "ایک سطح وقف زمین" پھر مجیب سوم کی تشریح کہ "اگر وہ قبرستان نہیں،" انھیں محض شقیقہ بے معنی ہے۔

وقف میں شہرت کافی ہے۔

ثانیاً قبرستان کو جو وقف مشہور کر دیتے ہیں، یہ سب حج جاری نہیں "اسریہ" کا مشا زالیہ شہرت ہے یا واقفیت الخ۔

آگے چل کر مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جواب میں فتاویٰ خیرہ، عقود الدریۃ بحوالہ فتح القدیروردالمختار، بحر الرائی عالمگیری، فتاویٰ علامہ خیر الدین رحلی، ردالمحتار، فتاویٰ ظہیر یہ و خزانۃ المفیین و اسعاف، تنویر الابصار، درمختار اور دیگر کتب فقہ و اقوال ائمہ اربعہ و احادیث معتبرہ سے استدلال کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے۔

"اور وہاں یہ کو اس کی فکر ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کی قبروں پر مکان بنیں، لوگ چلیں پھریں، قضاے حاجت کریں، بھنگی اپنے ٹوکے لے کر چلیں۔"

۶ اگر این است پسند تو نصیبت با دا

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۵ الی آخرہ۔ تمت

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ، بخدمت المصطفیٰ البنی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مہر ۱۳۰۱

(۶)۔ ایسے ہی منی آرڈر کے بارے میں مولوی گنگوہی کی خدمت میں سوال پیش کیا گیا تو آپ

نے اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیا۔

مسئلہ :- ہمارے دیار میں علماء کے دو فرقے ہیں ایک فرقہ کہتا ہے کہ روپیہ منی آرڈر

بلا ملائے پیسہ کے حرام اور سود ہے البتہ اگر پیسہ مل جائے گا تو مباح اور جائز ہے دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ حلال

مطلق اور جواز میں کچھ شبہ نہیں ہے کیونکہ ہم سرکار کو مزدوری دیتے ہیں پس آپ محاکمہ شریف شریعت کی رو سے جو کچھ ہو بیان فرمادیں۔

الجواب :- روپیہ منی آرڈر میں بھیجنا درست نہیں ہے خواہ اس میں پیسے دیے جائیں

۱۱۔ مجموعہ رسائل اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی حقاوول مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ کمپنی۔ کراچی ص ۲۲۱

یا نہ دیے جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

اس جواب میں درست نہیں فرمایا گیا ہے جائز ہے یا ناجائز ہے اور کیوں۔ اس کا ذکر نہیں ہے
ایک اور سوال۔ منی آرڈر میں کچھ روپے ہوں اور کچھ پیسے تو جواز کے لئے یہ حیدر کاہنی ہے

یا نہیں؟

الجواب :- منی آرڈر درست نہیں جیسا منڈی کی درست نہیں دونوں میں معاملہ سود

کا ہے فقط (۱) ع

ایک اور سوال :- منی آرڈر کرنا اور حصول منی آرڈر کا دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل رہا ہے اور جو یہ

محصل دیا جاتا ہے نادرست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲)

منی آرڈر کے بارے میں ہی ایک اور سوال

اس زمانہ میں جو منی آرڈر بھیجنے کا رواج ہو رہا ہے اس کے جواز کے لئے بھی کوئی حیدر شرعی

ہے یا نہیں اس میں عام و خاص بتلا ہو رہے ہیں۔

الجواب :- حیدر بندہ کو معلوم نہیں فقط (۳) ع

ان تمام جوابات کی افادیت اور جامعیت سے قارئین خود اندازہ فرما سکتے ہیں۔ اسی طرح کے

اس بارے میں اور بھی فتاویٰ، فتاویٰ رشیدیہ یا آسانی مل سکتے ہیں۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے

جہاں کوئی نیا مسئلہ پیش ہوا اور ملت اسلامیہ کو اس مسئلے میں اضطراب لاحق ہوا تو فاضل مرصوف ایسی

تحقیق فرمادیتے ہیں کہ وہ تحقیق نہ صرف اس مسئلہ کے لئے بلکہ اس قبیل کے سب ہی سائل کے لئے رہنما

و رہبر ثابت ہوتی ہے۔ فاضل بریلوی نے منی آرڈر کے مسئلہ میں بھی ایک رسالہ فاضلانہ تحریر فرمایا ہے جس کو

فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۹ پر الْمُنَى وَالِدُرُّو لِمَنْ عَمِلَ مِنْى آرڈر نام سے دیکھا جا

سکتا ہے۔

۱۱۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۲۵، ج ۲ ص ۱۵۶

۱۲۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۵۷

۱۳۔ ایضاً ج ۲ ص ۳۲

منی آرڈر کے جواز پر ہر پہلو سے یہ عالمانہ فاضلانہ رسالہ ہے جو فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ کے صفحہ ۳۳ تک شامل ہے۔ اس قدر طویل رسالہ کو نقل کرنے کی اس سوتھ پر گنجائش نہیں ہے ہاں البتہ جواب کی شروع کی چند سطور نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

”وہ فتویٰ مطبوعہ فقیر عمر اللہ تعالیٰ کی نظر سے گزرا ہے اس میں مفتی صاحب فرماتے ہیں یہ ربا ہے ددانے دس کے عوض دس ملتے ہیں مگر یہ بات دہی کہہ سکتا ہے کہ جسے اتنی خبر نہیں کہ ددانے کے دیے جاتے ہیں شاید انہیں معلوم نہیں کہ ڈاک خانہ ایک اجیر مشترک کی دکان ہے جو بغرض تحصیل اجرت کھولی گئی تو یہ رڈ قطعاً وہاں جانے اور روپیہ دینے اور واپس آنے اور رسید لانے ہی کی اجرت ہے جیسے لفظ پر اور پارسل پر ۴ روپیہ ڈاک، اس کو تو کوئی عامل ربا خیال ہی نہیں کر سکتا یہ سہرگز نہ اس کا معارضہ نہ زہا دینے والوں میں کسی کو اس روپیہ کے معارضہ میں کمی بیشی مقصود۔ وهذا من البدیہات التي لا يتوقف فيهما الا امثال المصتاتين الذين لا بصدر لهم في الدين الخ (۱)

فائل بریلوی نے اس رسالہ میں منی آرڈر کے سود نہ ہونے کی بحث کو اور منی آرڈر کے اجارہ ہونے کے مباحث کو نہایت مدلل انداز میں لکھا ہے۔ آپ نے ہندوئی اور منی آرڈر میں بنیادی فرق کی بھی نشاندہی فرماتے ہوئے شرع میں عرف و تعامل کے اعتباراً کرام و فقہاء نظام و اقوال متقدمین و متاخرین سے استدلال کیا ہے۔

(۱) سائل نے مولوی گنگوہی سے سوال کیا۔ نوٹ میں زکاۃ ہے یا نہیں اور اگر ہے تو فلوئس میں زکاۃ کیوں نہیں لیتے اگر فلوئس میں غیر نقد پن ہونے کی زکاۃ نہیں ہے تو نوٹ بھی ایسے ہی ہے اس میں زکاۃ کیوں دینا ہوگا۔ جیتو تو جروا

الجواب: نوٹ حقیقتاً اس روپیہ کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے مثل تمک کے اس واسطے اگر نوٹ میں نقصان آجائے تو سرکار سے بدلے سکتے ہیں اور اگر کم ہو جائے تو بشرط ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں اگر نوٹ بیع ہو تو ہرگز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا دنیا میں کوئی بیع بھی ایسا ہے کہ بعد تبین مشتری کے اگر نقصان یا نسا ہو جائے تو بائع سے بدل لے سکتے ہیں پس اسی تقریر سے آپ کو واضح ہو جائے

گاکہ نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے، فلوس بیع ہے اور نوٹ نقدین ان میں زکاۃ نہیں اگر بہ نیت تجارت نہ ہوں اور نوٹ متک ہے اس پر زکاۃ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۱)

مولانا بریلوی نے نوٹ کے بارے میں مکمل تحقیق فرمائی اور اس کے ہر پہلو پر فقہیانہ بصیرت سے غور فرماتے ہوئے فتاویٰ جاری فرمائے جیسا کہ مولانا رحمت اللہ علیہ کی عادت ہے کہ وہ جدید زمانہ کے پیش آمدہ مسائل کو کتاب و سنت، اجماع اور قیاس کے فقہی اصولوں پر پرکھ کر فیصلہ صادر فرماتے ہیں لہذا اس مسئلہ میں بھی اہلوں نے ایک جامع فاضلانہ مقالہ قلمبند فرمایا جس کا نام ہے کفل التصیہ الفاہم فی احکام۔
قرطاس الدرہم (۱۳۲۴ء)۔

یہ فاضلانہ مقالہ علماء حرمین شریفین کی نظر دل جب گذرا تو ان سے اعتراف حق کے بغیر نہیں رہا گیا اور انکی تقریفاً مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فقہی کمال پر دلیل ہیں، اپنی تحقیق کا اصول لکھتے ہوئے مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

اعلم وفقنی واجیاک وتولی ہدای وهداک ان النوط من احدث الاشیاء واحدہا لن تجدہ ذکر اولیٰ اشرفی شیء من مؤلفات العلماء حتی العلامة الشامی ومن صاهاہ من العلماء الماضین قریبا ولكن الاممۃ شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم الجمیلۃ وافاض علینا من برکاتہم الجمیلۃ قد بینوا المسئلۃ الخفیۃ بیاناً شافیا لیس دونہ خفاء وقد آضت بحمد اللہ تعالیٰ عنرا بیضا لیبہا کہتارہا فاصلوا اصولا وفضلوا تفصیلا و ذکر۔

وہلیات تنطبق علی مالا یحصى من جزئیات فالحوادث وان ابست النہایۃ لا تکر تخرج عما افادونا من الدرایۃ ولن یخلو الوجود ان شاہ الملک الودود عن یقدرہ المولی سبحانہ و تعالیٰ علی استخراج تلك الخبایا والاسترباح من تلك العطايا والمزایا نعم من الامہام لعید وقرب والانسان یخطئ ویصیب وما العلم الا نوز یقذفہ اللہ تعالیٰ فی قلب من یشاء من عبادہ فلا

حيلة الا الاتجاء الى توفيقه سبحانه وارشاده (وحسبنا الله ونعم الوكيل) وعليه ثم وعلى رسوله التعويل جلّ وعلا وتكلم وصلى الله تعالى عليه وسلم» ۱۱

اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد پھر کسی مزید تحقیق و تفتیش کی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ اس مسئلہ کے زیرِ بحث بہت سے ایسے فقہی کلیات و جزئیات کا علم ہو جاتا ہے جو جدید پیش آمدہ مسائل میں کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔

سرکار کا حاضر و ناظر ہونا

(۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرورِ موجودات اور صاحبِ لولاکِ حمیت العالمین ہیں جب آپ دنیا میں تشریف فرما تھے تب بھی احوالِ عالمین آپ پر منکشف تھے اور آج بھی آپ پر منکشف ہیں اس بات پر سارے علماء متفق ہیں۔

صاحبِ تذکرۃ الرشید کے ایک واقعہ کے بیان سے اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ لکھتے ہیں۔
 «اعلیٰ حضرت کی بھادج کا حسنِ اعتقاد اور مخلصانہ برتاؤ تھا کہ مہانوں کا کھانا خود پکاتی تھیں اور کسی مہمان کے بے وقت آنے سے کبھی تنگ دل نہ ہوتی تھیں۔ ایک دن اعلیٰ حضرت نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھادج آپ کے مہانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھادج سے فرمایا کہ "اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہانوں کا کھانا پکائے۔ اس کے مہمان علماء ہیں۔ اس کے مہانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔"

اعلیٰ حضرت کی اس مبارک خواب کی تعبیر حضرت امام ربانی محدث گنگوہی قدس سرہ سے شروع ہوئی اس لئے علماء میں آپ ہی پہلے عالم ہیں جو آنحضرت حاجی صاحبِ حمیت اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اس سبب سے صالحہ کاہی ٹمڑھٹا کہ تخمیناً سات آٹھ سو علماء سے زیادہ اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں۔

۱۱۔ مقدّمہ کفّ الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدرّامہ انامہ احمد رضا خاں

ذکر فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (بعض

ردیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی بھادج شیعہ مذہب بھتس۔ (۱)

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب تذکرہ کو اور اس مسلک کے علماء و فضلا کو یقین

ہے کہ یہ خواب سچ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجی صاحب کا بھی علم ہے اور ان کے شاگردوں کا بھی

شاگردوں کی کیفیات کا بھی علم ہے، بھادج کے کھانے پکانے کا بھی علم ہے اور ان کے شیعہ ہونے کا بھی

علم ہے تو پھر آنحضرت سے علم غیب کے انکار کا سبب کیا ہے۔ واضح رہے کہ صاحب تذکرہ نے اس خواب

کا تذکرہ میں کئی جگہ ذکر کیا ہے اور حاجی صاحب کو علم و فضل کا مستدل ٹھہرایا ہے۔

اسی مسئلہ علم غیب کے اثبات پر فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت فاضلانہ محققانہ

عالمانہ کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا تاریخی نام "الدولة المکیہ بالمادة الغیبیة

(۱۳۲۳ھ) ہے اس کے علاوہ آپ کی تصانیف "مالی الجیب بعد الغیب (۱۳۱۸ھ)

اور اللو للو المکنون فی علم البشیر ما کان وما یکون (۱۳۱۸ھ) اور انباؤ

المصطفیٰ بحال سر و اخفی (۱۳۱۸ھ) ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اثبات کے

دلائل کتاب و سنت سے دیے گئے ہیں۔ معترضین کا جواب نہایت مدلل و محقق طور پر دیا گیا ہے یہی وہ

جلیل القدر تصانیف ہیں جن پر علماء عربین شریفین، مصر و شام وغیرہ نے تقاریظ لکھ کر ناسل بریلوی

کی نقاہت و تبحر علمی کا اعتراف کیا ہے۔

اس بحث کا خلاصہ ان الفاظ میں کتنا جامع ہے مولانا بریلوی لکھتے ہیں۔

اذ لا نقول بمساواة علم الله تعالى ولا بمحموله بالاستقلال

ولا نثبت لجزاء الله تعالى ايضا الا البعض لكن بون بيتن بين البعض

كالفرق بين السماء والارض بل اعظم واكثر والله اكبر فبعض الوهابية

لبعض لبعض وتوهين ولبعضنا لبعض - عزو تمكين لا يقدر قدره

الا الله تعالى ومن اعطاه ۲

۱۱ تذکرہ الرشید ص ۲۶-۲۷ ج ۱ ۱۲ ص ۸۰ الدولة المکیة از مولانا احمد رضا خاں

علماء و اہل بیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدسِ صفات کو بار بار گھٹانے کی اور اہانت کی کوشش کی جس کا مجاہدانہ و فاضلانہ جواب فاضل بریلوی نے تحریر فرمایا مگر ناموسِ رسول کی عظمتوں کو عوام الناس کے سامنے پیش کیا۔

فتاویٰ رشیدیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا انکار ہے۔

الجواب :- علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے اس لفظ کو کسی تاذیل سے دوسرے پر اطلاق کرنا

ایہاں شرک سے خالی نہیں۔ فقط والسلام مورخہ ۲ ذی الحجہ بروز جمعہ

مہر

(۹) بزرگانِ دین کی قبور سے استمداد مولوی گنگوہی کی نظر میں ممنوع ہے۔ (۲)

مولانا بریلوی نے اس کے اثبات میں ایک رسالہ برکات الاستمداد لکھ کر مدلل جواب

لکھا ہے۔ (۲)

استدلالات کی کمی

مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ میں بالعموم استدلالات کی کمی شدت سے محسوس کی جاتی ہے جس کی وجہ سے جواب نامکمل سا لگتا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں بہت سی ایسی بھی مثالیں ہیں کہ سائل نے تفصیلی و مدلل جواب لکھنے کی درخواست کی لیکن اس کی درخواست نامنظور کر دی گئی۔ مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں یہ نقص بالکل نہیں پایا جاتا۔ وہ ہر جواب کو بہت تفصیل سے لکھتے ہیں۔ قرآنِ کریم، احادیث شریفہ اور فقہاء کرام کے اقوال کا ذکر بالتفصیل فرماتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ میں اسکی لاتعداد مثالیں ہیں۔

مولوی گنگوہی سے ایک شخص نے سوال کیا۔

(۱) - فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۲۲، ص ۱۲۳ ج ۱، ص ۱۵ ج ۲، ص ۱۶ ج ۲، ص ۱۷ ج ۲، ص ۱۸ ج ۲، ص ۱۹ ج ۲، ص ۲۰ ج ۲، ص ۲۱ ج ۲، ص ۲۲ ج ۲، ص ۲۳ ج ۲، ص ۲۴ ج ۲، ص ۲۵ ج ۲، ص ۲۶ ج ۲، ص ۲۷ ج ۲، ص ۲۸ ج ۲، ص ۲۹ ج ۲، ص ۳۰ ج ۲، ص ۳۱ ج ۲، ص ۳۲ ج ۲، ص ۳۳ ج ۲، ص ۳۴ ج ۲، ص ۳۵ ج ۲، ص ۳۶ ج ۲، ص ۳۷ ج ۲، ص ۳۸ ج ۲، ص ۳۹ ج ۲، ص ۴۰ ج ۲، ص ۴۱ ج ۲، ص ۴۲ ج ۲، ص ۴۳ ج ۲، ص ۴۴ ج ۲، ص ۴۵ ج ۲، ص ۴۶ ج ۲، ص ۴۷ ج ۲، ص ۴۸ ج ۲، ص ۴۹ ج ۲، ص ۵۰ ج ۲، ص ۵۱ ج ۲، ص ۵۲ ج ۲، ص ۵۳ ج ۲، ص ۵۴ ج ۲، ص ۵۵ ج ۲، ص ۵۶ ج ۲، ص ۵۷ ج ۲، ص ۵۸ ج ۲، ص ۵۹ ج ۲، ص ۶۰ ج ۲، ص ۶۱ ج ۲، ص ۶۲ ج ۲، ص ۶۳ ج ۲، ص ۶۴ ج ۲، ص ۶۵ ج ۲، ص ۶۶ ج ۲، ص ۶۷ ج ۲، ص ۶۸ ج ۲، ص ۶۹ ج ۲، ص ۷۰ ج ۲، ص ۷۱ ج ۲، ص ۷۲ ج ۲، ص ۷۳ ج ۲، ص ۷۴ ج ۲، ص ۷۵ ج ۲، ص ۷۶ ج ۲، ص ۷۷ ج ۲، ص ۷۸ ج ۲، ص ۷۹ ج ۲، ص ۸۰ ج ۲، ص ۸۱ ج ۲، ص ۸۲ ج ۲، ص ۸۳ ج ۲، ص ۸۴ ج ۲، ص ۸۵ ج ۲، ص ۸۶ ج ۲، ص ۸۷ ج ۲، ص ۸۸ ج ۲، ص ۸۹ ج ۲، ص ۹۰ ج ۲، ص ۹۱ ج ۲، ص ۹۲ ج ۲، ص ۹۳ ج ۲، ص ۹۴ ج ۲، ص ۹۵ ج ۲، ص ۹۶ ج ۲، ص ۹۷ ج ۲، ص ۹۸ ج ۲، ص ۹۹ ج ۲، ص ۱۰۰ ج ۲

(۲) - فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۸، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۰

(۳) - برکات الامداد لاہل الاستمداد از مجموعہ رسائل حصہ اول مطبوعہ کراچی۔

سوال :- ذکر جہر کون سی حدیث سے ثابت ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کس موقع پر بدعت اور کس موقع پر جائز فرمایا ہے، زید کہتا ہے کہ ذکر جہر کرنا کیا ضرورت ہے کیا اللہ تعالیٰ کو لگتا ہے کہ چپکے سے نہیں سنتا، جناب اس مسئلہ پر بفتح ثبوت اکت حدیث کے ارقام فرمادیں اور جس حدیث سے ثابت ہوا ہے وہ حدیث ضرور لکھ دیں اور وجہ بدعت ہونے اور جائز ہونے کی اور مفتی بہ ہونے کی زریعہ قلم فرمادیں اور جناب نے پہلے فتویٰ میں جو ذکر جہر کا ثبوت لکھا ہے وہ سمجھ میں نہیں آیا۔ فقط

جواب :- السلام علیکم! بندہ مفتی ہے مسئلہ حق جو اپنے نزدیک ہوتا ہے اس کو جانا فرض ہی نہیں جانتا ہوں اور مسائل کے دلائل لکھنے کی فرصت نہیں اور وہ واجب نہیں اس کی تحقیق کتب میں ہے اگر علم ہو اس کو دیکھو ورنہ دلائل سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔ (۱)

سوال :- ذکر جہر مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا نہیں مدلل ارقام فرمائیے۔

جواب :- ذکر جہر میں حنفیہ کی کتب میں روایات مختلفہ ہیں کسی سے کراہت ثابت ہوتی ہے غیر محل ثبوت میں اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے اور یہی راجح ہے اور اس کی دلیل طلب کرنا بے سود ہے کیونکہ مجتہدین کا خلاف ہے سواب کون فیصد کر سکتا ہے مگر جواز کی دلیل یہ ہے کہ قال اللہ تعالیٰ اذکوریک فی نفسک تضرعاً و خیفۃ و دون الجہر الآیۃ۔ دون الجہر بھی جہر ہی ہے کہ ادنیٰ درجہ ہے۔ قال علیہ السلام اربعاً علی النفسک الحدیث اور یہ بھی ذکر جہر ہی ہے رتی کو فرمایا ہے گلو پھاڑنے سے منع کیا ہے اور مطلق آیات و احادیث بہت جواز پر دال ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲)

اس جواب میں "سواب کون فیصد کر سکتا ہے" قابل غور ہے، اس طرح کی بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ (۳)

۱۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۱

۲۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۲۲

۳۔ ایضاً ص ۲۲ ج ۱، ص ۷۴، ۷۶، ۷۷، ج ۱

تَاوِيلِ لَاحِظِل

سوال :- تقویتہ الایمان کے ص ۱۱ مطبوعہ فاروقی میں حدیث نقل فرماتے ہیں۔

” ابو داؤد نے ذکر کیا کہ تیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے۔

سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیا جائے ان کو۔ پھر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پھر میں نے کہ گیا تھا میں حیرہ میں تو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں وہ اپنے راجہ کو سو تم بہت زیادہ لائق ہو کہ سجدہ کریں تم کو سو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہہا میں نے نہیں فرمایا تو مست کرو۔ ف یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کیا سجدہ کے لائق ہوں۔ الخ۔ تو یہاں پر یہ شبہ واقع ہوتا ہے کہ مٹی میں ملنے سے کیا مراد ہے اور مخالفین یہاں پر یہ اعتراف کرتے ہیں کہ مولانا صاحب کے.. نزدیک انبیاء کا جسد زمین میں مل جانا ثابت ہوتا ہے اس کا کیا جواب ہے مفصل ارقام فرمائیے۔

الجواب :-

مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی زمین کے ساتھ خلط ہو جائے جیسا سب اشیاء زمین میں پڑ کر خاک ہو کر زمین ہی بن جاتی ہے دوسرے مٹی سے ملائی یا متصل ہو جانا یعنی مٹی سے مل جانا تو یہاں مراد دوسرے معنی ہیں اور جسد انبیا علیہم السلام کا خاک نہ ہونے کے مولانا مرحوم بھی قائل ہیں چونکہ مردہ کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کر لیتی ہے اور نیچے مردہ کے مٹی سے جسد مع کفن ملاحق ہوتا ہے یہ مٹی میں ملنا اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہے۔ کچھ اعتراض نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

اسی طرح کی بہت سی مثالیں فتاویٰ رشیدیہ سے نکالی جاسکتی ہیں جن میں توہین نامینر کلمات کی تاویل لا حاصل کر کے شبہ کو مزید تقویت پہنچا دی گئی ہے۔ ایسی مبہم تاویلات اور تقویتہ الایمان کی تائید میں فتاویٰ رشیدیہ میں مستعد فتاویٰ ہیں (۲)

۱۱۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۱ ج ۱

۱۲۔ ۲۶/۱، ۲۵/۱، ۱۸۶/۱، ۱۱۴/۱، ۱۲۲/۱، ۲۵/۲، ۱۶۵/۲، ۶۶/۲، ۲/۳، ۲/۳، ۱۲/۳، وغیرہ

مولوی گنگوہی نے حقیقت پسندانہ تفسیل کو نظر انداز کر دیا

سائل نے مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا۔ کوئی قسم بدعتِ حسنہ بھی ہوتی ہے یا نہیں؟
تو آپ نے جواب دیا۔

الجواب :- بدعت کوئی حسنہ نہیں اور جس کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں وہ سنت ہی ہے
مگر یہ اصطلاح کا فرق ہے مطلب سب کا واحد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)
کسی مستفتی نے سوال کیا :

کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرونِ ثلثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور
بدعت ہے یا نہیں؟

الجواب :- قرونِ ثلثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ
ذکرِ خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں۔ فقط ۲
قارئین خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ مولوی گنگوہی نے بدعت کی قسموں کو نظر انداز کیا ہے اور
جو کام یعنی ختم بخاری قرونِ ثلثہ میں نہیں تھا اس بدعت کو بدعت بھی نہیں قرار دیا۔ یہ عمل فقہی دیانت
کے برخلاف ہے۔ حدیث شریف ہے۔

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اما بعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هادي
محام وشر الامور محدثا متا وكل بدعة ضلالة
(مسلم، مشکوٰۃ)

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ قال النفوس الخ۔ امام
نودی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسا کام جس کی مثال زمانہ سابق میں نہ ہو اس کو بدعت کہتے ہیں اور شرع میں

بدعت یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کا ایجاد کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں نہ تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کل بدعة ضلالة عام مخصوص ہے حضرت شیخ غزالدین بن عبدالسلام نے کتاب القواعد کے آخر میں فرمایا کہ بدعت یا تو واجب ہے جیسے اللہ اور اس کے رسول کے کلام کو سمجھنے کے لئے علم نحو کو سیکھنا اور جیسے اصول فقہ اور اسماء الرجال کے فن کو مرتب کرنا اور بدعت یا حرام ہے جیسے جبریت، قدریہ، مرجہ اور محبہ کا مذہب اور ان بد مذہبوں کا رد کرنا بدعت واجب ہے اس لئے کہ ان کے عقائد باطلہ سے شریعت کی حفاظت فرض کفایہ ہے اور بدعت یا مستحب ہے جیسے مسافر خانوں اور مدرسوں کی تعمیر اور ہرزوہ نیک کام جس کا رواج ابتدائی زمانہ میں نہیں تھا اور جماعت کے ساتھ تماشیح اور صوفیائے کرام کے ذہن اور باریک مسائل میں گفتگو اور بدعت یا مکروہ ہے جیسے شافعیہ کے نزدیک قرآن مجید کی تزیین اور مساجد کا نقش نگار اور یہ حنفیہ نزدیک بلا کر اہت جائز ہے۔

اور بدعت یا مباح ہے جیسے شافعیہ کے نزدیک صبح اور عصر کی نماز کے بعد مسافحہ کرنا اور حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے (تحقیق یہ ہے کہ یہ بلا کر اہت جائز ہے) اور لذیذ کھانے پینے اور ہنسی کی جگہوں میں کسادگی اختیار کرنا اور کرتے کی استینوں کو لمب رکھنا میں سے بعض کی کراہت میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسی چیز ایجاد کرنا جو قرآن مجید، حدیث شریف، آثار صحابہ یا اجماع کے خلاف ہو تو وہ گمراہی ہے اور ایسی اچھی بات، ایجاد کرنا حرام میں سے کسی کے مخالف نہ ہو تو وہ برہمی نہیں ہے۔ (۱۱)

اسی حدیث کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بدانکہ ہرچہ الخ یعنی جاننا چاہیے کہ وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ کے بعد ہوئی بدعت ہے لیکن انھیں سے جو کچھ حضور کی سنت کے اصول و قواعد کے مطابق ہے اور اسی پر تیاں کیا گیا ہے اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور ان میں جو چیز سنت کے خلاف ہو اسے بدعت ضلالت کہتے ہیں اور کل بدعة ضلالة کی کلیت بدعت کی اسی قسم پر محمول ہے یعنی بدعت سے مراد صرف وہی بدعت ہے جو سنت نبوی کے مخالف ہو اور بعض بدعتیں واجب ہیں جیسے کہ علم صرف و نحو کا سیکھنا سکھانا

ہے

کہ اس سے آیات و احادیث کریمہ کا مفہام و مطالب کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور قرآن و حدیث کے غرابٹ کا محفوظ کرنا اور دوسری چیزیں کہ دین و ملت کی حفاظت ان پر موقوف ہے اور بعض بدعتیں مستحسن اور مستحب ہیں جیسے سرٹے اور مدراس کی تعمیر اور بعض بدعتیں مکروہ ہے جیسے بعض کے نزدیک قرآن مجید اور مسجدوں میں نقش و نگار کرنا اور بعض بدعتیں مباح ہیں جیسے کہ عمدہ کپڑوں اور اچھے کھانوں کی زیادتی بشرطیکہ حلال ہوں اور غرور و نخوت کا باعث نہ ہوں اور دوسری مباح چیزیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں نہ تھیں جیسے بیری اور چھلتی وغیرہ اور بعض بدعتیں حرام ہیں جیسے کہ اہل سنت و جماعت کے خلاف نئے عقیدوں اور نفسانی خواہشات والوں کے مذاہب اور جو بات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے کی ہے اگرچہ اس معنی میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھی بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ کے اقسام میں سے ہے بلکہ حقیقت میں سنت ہے۔ (۲)

مولوی گنگوہی نے بدعت حسنہ سے سرسرا نکال فرمایا ہے (۳) اور بخاری شریف کے ختم کو بدعت بھی نہیں مانا۔ فقہی دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ بالاختصار بدعت کی قسموں کا ذکر کیا جاتا تاکہ سائل کو ذہنی تشفی ملتی جب کہ دوسری طرف فتاویٰ رضویہ میں یہ کمی نہیں ملتی۔ فاضل بریلوی نے اکثر سائل کے معیار کے مطابق جوابات لکھ کر اس کی ذہنی تشفی کی ہے۔

شَانَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فتاویٰ رشیدیہ کے مطالعہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ صاحب فتاویٰ نے توحید کے اثبات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بھی کم کیا ہے اس سلسلہ میں انھوں نے نص قرآنی کا بھی خیال نہیں کیا مثلاً سوال :- کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ لفظ رحمت اللعالمین مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں۔

۲۔ اشعت اللغات جلد اول ص ۱۳۸۔

۳۔ ج ۹۸، فتاویٰ رشیدیہ

الجواب :- لفظ رحمت اللعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء و انبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو تبادل بول دیوے تو جائز ہے۔ فقط بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۲) اس جواب کو پڑھ کر ہر اک صاحب نظر سمجھ سکتا ہے کہ مولوی نے جان بوجھ کر سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے ان کی نظر میں اولیاء کا درجہ انبیاء سے پہلے ہے تب ہی تو پہلے اولیاء کا ذکر ہوا۔ ان کی نظر میں اولیاء، انبیاء اور علماء ربانیین سب کے مراتب کچھ فرق کے ساتھ برابر ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ نہیں۔ مفتی صاحب نے جواب میں لکھا کہ اولیاء، انبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں۔ اور مفتی رحمت عالم نہیں رحمت اللعالمین کے بارے میں سوال کر رہا ہے اگر یہ صفت کسی دوسرے کے لئے تبادل جائز ہوتی تو پھر وہاں اَرْسَلْنَاكَ بِالرَّحْمَةِ اللَّعَالَمِينَ میں اتنی تاکید کیوں فرمائی جاتی

ایک اور سوال کے جواب میں مولوی گنگوہی فرماتے ہیں کہ "حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔ فقط (۳) اس جواب میں بھی فقہی دیانت کی کمی نظر آتی ہے جبکہ وہ لکھتے ہیں کہ اختلافی مسائل میں میں احوط طریقہ کو اختیار کرتا ہوں۔ کیا صریح شرک کا اعلان احوط طریقہ ہے؟ ایسے نازک مسائل میں جس میں توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شائبہ ہو جواب بہت واضح اور مستدل ہونا ضروری ہے۔ مجیب نے ان احادیث شریفہ، آثار صحابہ اور قرآنی آیات کو سراسر نظر انداز کر دیا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت ہوتا ہے۔

بقول پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد ...

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ منقولات و معقولات کے فاضل تھے وہ ایک سچے اور پکے مسلمان

۱۲۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۱

۱۳۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۱

تھے انھوں نے آدم و ابلیس کے واقعہ سے یہ سبق سیکھا کہ زعم توحید میں اللہ کے محبوبوں سے منہ نہ موڑنا چاہیے
ابلیس نے منہ موڑا اور دنیا و آخرت میں رسوا ہوا۔ کہیں کا نہ رہا۔ اللہ کے محبوبوں کی شان ہی زالی ہے ابلیس
یہ نکتہ توحید اور رمزِ محبت نہ سمجھا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مردود ٹھہرا، اللہ کے محبوبوں کی شان زالی ہے
تو محبوبوں کے محبوب سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کتنی عظیم ہوگی۔ جن کا ذکر زبور سے ہے جن کا
ذکر انجیل میں، جن کا ذکر توریت میں، جن کا ذکر دوسرے مذاہب کی کتابوں میں، اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر بلند
کیا کون جانے کب سے بلند کیا، کون سمجھے کہاں تک بلند کیا۔ بندیاں ان کے قدم چوم رہی ہیں۔ امام احمد رضا
نے اس بلند مرتبت ہستی کے کمالات کو سارے عالم کے سامنے پیش کیا۔ یہ ان کا عظیم کارنامہ ہے انھوں نے
شمول الاسلام لآبائے الرسول الحرام (۱۳۱۵ھ) لکھ کر آپ کے آباد اجداد کی عظمتوں کو اجاگر کیا نطق الہلال
بارخ ولادت المجیب والوصال (۱۳۱۷ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ اس جانِ جہاں نے رُخِ زیبا سے نقاب کب
اٹھائی اور رُخِ زیبا پر نقاب کب ڈالی، النعیم المقیم فی حرۃ مولا البنی الکریم (۱۲۹۹ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ
یوم ولادت باسعادت خوشیاں منانے کا دن ہے۔ العروس الاسماء الحسنیٰ فیما لبینا من الاسماء الحسنیٰ
(۱۳۰۶ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دو نہیں، ایک ہزار سے زیادہ نام ہیں
فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب باذن اللہ (۱۳۲۶ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ اس تاجدار دو جہاں کو
شہنشاہ بھی کہیں تو سمجھتا ہے۔ منیر العینین فی حکم تفضل الابہامین (۱۳۲۳ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ محبوب رب العالمین
کے نام نامی پر عشاق بے تابانہ انگوٹھے چومیں تو خیر و برکت ہے۔ تمہید ایمان بایات قرآن (۱۳۲۶ھ) لکھ کر
مقاماتِ مصطفیٰ کی سیر کرائی اور یہ بتایا کہ ان کی جناب میں ادنیٰ گستاخی بھی کفر ہے۔ سلطنة المصطفیٰ
فی ملکوت کل الوری (۱۲۹۷ھ) لکھ کر آپ کے امتدار و اختیار کا نظارہ دکھایا اصلال
حب بریل جعلہ خادماً للمحبوب الجمیل لکھ کر بتایا کہ ان کے دربار عالی کی یہ شان
ہے کہ جبرئیل امین بھی خادمانہ حاضر ہوتے ہیں منیۃ للیب ان التشریح بید المحبیب
(۱۳۱۱ھ) لکھ کر بتایا کہ ان کی شانِ اقدس یہ ہے کہ جس کو حرام کر دیں حرام ہو جائے اور جس کو حلال فرمائیں
حلال ہو جائے الموهبة الجديدة فی وجود المحبیب فی مواضع عديدة
(۱۳۲۰ھ) لکھ کر یہ بتایا کہ ان کی محبوبیت کی یہ شان ہے کہ ان کا عاشق جہاں یاد کرتا ہے وہاں موجود
پاتا ہے اللو لو المکنون فی علم البشیر بما کان وما یکون (۱۳۱۸ھ)

میں لکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعتوں اور پہنائیوں کا بیان کیا۔ صلوات الصفا
 فی نور المصطفیٰ (۱۳۲۹ھ) لکھ کر نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ دکھایا۔ ہدی
 الصیران فی نضی الضی عن شمس الاکوان (۱۲۹۹ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ اس پیکر نور کا
 سایہ نہ تھا۔ صبین المصدی فی نضی امکان المصطفیٰ (۱۳۲۲ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ نبی
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سارے عالم میں یگانہ دیکتا ہیں۔ ان جیا ہونا ممکن ہی نہیں۔ تجلی الیقین
 بان نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 سردارِ انبیاء ہیں۔ عذرہ اللہ عذرہ بابائہ ختم النبوة (۱۳۱۶ھ) میں لکھ
 کر یہ بتایا کہ سردارِ انبیاء و خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول۔ منبہ المینة
 لوصول الحبيب الى العرش والردیة (۱۳۲۰ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ سردارِ کائنات
 صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر گئے اور دیدارِ الہی سے شرف ہوئے۔ جمان المتاج فی بیان
 الصلاة قبل المعراج (۱۳۰۶ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ واقعہ معراج سے پہلے آپ جہاں جاں
 کیے نماز ادا فرماتے تھے۔ اعتقاد الاحباب فی الحبیل والمصطفیٰ والآل والا
 صحاب (۱۲۹۸ھ) میں لکھ کر بتایا کہ سوادِ اعظم اہل سنت، اللہ تعالیٰ، مصطفیٰ، آلِ مصطفیٰ اور اصحاب
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ بدر اللانوار فی آداب الاشار
 (۱۳۲۶ھ) میں لکھ کر یہ بتایا کہ عاشق کے لئے محبوب کی نشانیاں کتنی پیاری ہیں اور ان کے آداب کیا ہیں
 الحوکیة الشہابیة (۱۳۱۲ھ) میں لکھ کر عظمت و ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے والوں
 کو لکارا اور گستاخانِ رسول کا منہ بند کیا۔ حدائق بخشش (۱۳۲۵ھ) میں لکھ کر اس جان جاں کے اس
 انداز سے گیت گائے کہ سارا چین چہچہانے لگا۔

شانِ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت بتانے کے لئے فاضل بریلوی
 نے ان ۲۳ کتابوں کے علاوہ اور بھی تصانیف کی ہیں جن میں سے ہر اک اپنے استدلال کے لحاظ سے
 بے مثال ہے اور ان کتابوں کا حجاب لکھنے سے مخالفین قاصر ہیں۔ ایسی بے مثال و عظیم الصفات ہستی کی
 شان میں مولوی گنگوہی کا صرف اتنا لکھ دینا کہ "صریح شرک ہے۔" عالمانہ اور فقیہانہ نہیں ہے۔
 امام احمد رضا کا محققانہ قلم زندگی بھر سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چلتا رہا۔ انھوں نے سیرت کے

ایک ایک گوشے پر مستقل رسالے تصنیف فرمائے اور وہ تحقیق فرمائی جو دوسری کتب میرت میں نظر نہیں آتی۔ (۱)

بیماری میں فتویٰ

فقہی جزییات کے استحضار اور کتب فقہ پر عبور حاصل ہونے میں مولانا بریلوی کو مولوی گنگوہی پر کئی اعتبار سے برتری حاصل تھی، ان کے متعدد فتاویٰ اور فقہی رسائل اس دعویٰ کے اثبات میں پیش کئے جاسکتے ہیں (۱) مندرجہ ذیل سطور میں مولوی گنگوہی کا ایک فتویٰ ہے جو بیماری میں لکھا ہے۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکھ بندہ کی آنکھ میں پانی آیا ہوا ہے اس واسطے میں لکھنے پڑھنے سے معذور ہوں۔ دوسرے ہاتھ سے لکھواتا ہوں اس وجہ سے مختصر لکھتا ہوں (۲) اگر آپ کی تسلی ہو جائے تو بہتر درنہ بندہ معذور ہے۔ قبور سے اس طرح دعا کرنا کہ اے صاحب قبر اس طرح میرا کام کر دے تو یہ حرام اور شرک بالاتفاق ہے اور یہ بات کہ تم میرے واسطے دعا کرو تو اس باب میں اختلاف ہے منکرین سماع اس کو لغو ناجائز کہتے ہیں اور مجوزین سماع جائز جانتے ہیں اور یہی بندہ نے پہلے بعض سائلین کے جواب میں لکھا ہے۔ بندہ مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں کرتا لیکن احوط کو اختیار کرتا ہوں فقط واللہ اعلم (۳)

(۱) رہبر و رہنما از پروفیسر محمد سعید احمد مطبوعہ کراچی۔

(۲) رسالہ اغرا لاکتہ فی رد صدقۃ مانع الزکاۃ (۱۳۰۹ھ) در فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴

مولانا احمد رضا خاں

رسالۃ الوفاق المتین بین السماع الدفین و جواب الیمین (۱۳۱۶ھ) ایضاً ص ۲۲۲

رسالۃ حیاء الموت فی بیان سماع الاموات (۱۳۰۵ھ) ایضاً ص ۲۳۵

۱۲۔ نوٹ: فتاویٰ رشیدیہ کے سب فتاویٰ مختصر ہیں وہ سب ایام بیماری کے تو نہیں ہیں۔

۳۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۲۰۔

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا بریلوی رحمۃ اللہ کی قوتِ حافظہ حیرت انگیز اور مجیر العقول تھی ان کے سوانح نگاروں نے بہت سے مشاہدات قلم بند کئے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب کا ایک دو بار پڑھ لینا ان کو مہینوں اور سالوں کے لئے کافی ہو جاتا تھا حتیٰ کہ کتابوں کی عبارات بھی ذہن میں محفوظ ہو جاتی تھیں۔ علالت کے زمانہ میں پہاڑ پر گئے ہوئے تھے کہ کوئی کتاب پاس نہ تھی مگر پھر بھی ہر استفسار کا جواب لکھتے رہے اور حوالوں کے ساتھ چنانچہ اسی قسم کے ایک استفسار کے جواب میں لکھتے ہیں۔

فیقر ۲۹ شعبان سے بوجہ علالت رمضان شریف کرنے اور شدتِ گرما گزارنے کو پہاڑ پر آیا ہوا ہوں وطن سے ہجور اپنی کتب سے درلہذا شرح دسبٹ سے معذور مگر حکم بفضلہ تعالیٰ واضح میسور (۱) علالت اور کتابوں سے دوری کے باوجود جو جواب عنایت کیا اس میں کتب فقہ و حدیث شریف کے ۳۱ حوالے موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے کتابیں مستحضر تھیں اور علالت کے دوران کتابوں سے دور ہونا ان کے خدمتِ انتہا کے تحقیقی معیار میں کوئی رکاوٹ نہیں بنتا تھا۔ (۲)

کتابوں کو پڑھتے پڑھتے جب زیادہ وقت گزر جاتا ہے اور ایک ہی عبارت کئی بار دیکھ لی جاتی ہے تو خود بخود الفاظ ذہن میں محفوظ رہ جاتے ہیں اور صفحات نمبر بھی یاد رہ جاتے ہیں یہ عام تجربہ ہے۔ اللہ والوں کی توشان ہی نرالی ہے (۳)

اختصار

- (۱) - العطایا البنویہ فی الضاد فی الرضویہ ج ۲ ص ۴۸۵ عے نقادی
- (۲) - حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی از پروفیسر محمد سعید احمد ص ۱۲۵
- (۳) - نوٹ: برحقہ کے بچپن میں جب میں مدرسہ عالیہ نتچوری میں زیر تعلیم تھا اور اکثر وقت حضرت قبلہ مرشدی جدامجد شاہ مفتی محمد مظہر اللہ کی خدمت میں گزارتا تھا تو کسی بار ایسا ہوا کہ حضرت نے تنوی لکھتے وقت فرمایا "بیٹے فلاں کتاب لاڈا در یہ صفحہ نکالو" آپ ضعیف تھے اور ہماری تربیت بھی مقصود تھی جب میں وہ صفحہ نکال کر دیتا تو ملاحظہ فرما کر کچھ نقل فرمانے اور پھر کتاب واپس اپنی جگہ رکھنے کو فرما دیتے تھے۔ برحقہ کو تعجب ہوتا تھا کہ حضرت کو کتابوں میں عبارتیں اور صفحات کیسے حفظ ہو گئیں۔ از راقم

مولانا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کو مختصر اور آسان زبان میں بھی جامع فتویٰ لکھنے کا ملکہ
 تھا۔ اس اختصار میں گہرائی اور گیرائی بدرجہ اتم ہوتی تھی۔ فتاویٰ رضویہ میں اس طرح کے فتاویٰ کے
 سینکڑوں مثالیں ہیں۔ مثال کے طور پر :-

سوال :-

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم مٹی کے برتن کو اب
 پاک کر کے رکھو تو میں تمہارے چاقو مار دوں۔ اب زید کے لئے کیا حکم ہے، بموجب شرع شریف کے
 بینوا تو جروار۔

الجواب :-

صورت مذکورہ میں زید نے تین گناہ کئے۔ مسلمان کو ناحق ہتھیلی، ۲ مال کو ضائع رکھنے کی
 تہاکیہ، ۳ مسد شرعیہ پر انکار شدید، زید پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور عمرو سے بھی اپنا قصور معاف
 کرائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

مولوی گنگوہی کے فتاویٰ میں عموماً اختصار ہے کچھ فتاویٰ جامع بھی ہیں لیکن بہت سے
 فتاویٰ اختصار میں مبہم اور غیر واضح رہ گئے ہیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ میں تناقص

مولوی رشید احمد گنگوہی مجلس مولود کو بدعت اور ممنوع سمجھتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ میں بہت
 سے فتاویٰ ان کے اس نظریہ کی تائید کرتے ہیں (۲)۔ ان کے پیر صاحب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

(۱) فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۴۵

(۲) فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳، ۲۴، ج ۱

(۳) فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۴۲، ص ۵، ص ۱۴۴، ص ۱۵، جلد دوم ص ۱۳، ص ۱۲۳ اور

ان کے علاوہ بہت سے مقامات پر یہی فتویٰ ہے۔

رحمۃ اللہ علیہ مجلس مولود کے جواز پر بہت تفصیل سے لکھتے ہیں اور خود بھی شمولیت کا ذکر کرتے ہیں (۱۱) وہ لکھتے ہیں۔

” بلکہ اس زمانے میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف آریہ لوگ جو خدا ان کو ہدایت کرے پادریوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ شور مچاتے ہیں ایسی محفل کا انعقاد ان شرط کے ساتھ جو میں نے اد پر ذکر کی ہیں (۲) اس وقت میں فرض کفایہ ہے “ (۴)

اب عقل حیران ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ میں جس محفل مولود کو بدعت اور ممنوع کہا گیا ہے مندرجہ ذیل فتویٰ میں اس کی تردید ہے۔

ذکر مسیلاذ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندوب و مستحب ہے اگر روایات صحیحہ سے بیان ہو اور کوئی امر مکروہ غیر مشروع اس میں مضموم نہ ہو چنانچہ اس امر کو بارہا بتصریح یہ عاجز لکھ چکا ہے اور براہین قاطعہ میں بھی اس کے جواز و ندب کی تصریح کی گئی ہے کسی کو اس پر اعتراض نہیں جو کچھ بحث و کلام ہے وہ سب قیود و زوائد میں ہے اور بس مگر حساد کو یا نظر نہیں یا فہم نہیں اور اسی طرح اپنے ساتھ متنازع کا عملہ آند دیکھا ہے۔ جو کچھ اہل عناد نے انکار نفس مولود شریف کا اتہام بندہ اور اجباب بندہ پر لگایا ہے وہ محض افتراء ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۵)

اسی طرح کے تناقضات فتاویٰ رشیدیہ میں اور بھی ہیں

مہر

۱۱۔ مہفت مسد و فتاویٰ رشیدیہ ص ۹ ج ۱

۱۲۔ جیسے تثنیٰ اور باجا اور کثرت سے دشمنی بے ہودہ نہ ہو بلکہ روایات صحیحہ کے موافق ذکر معجزات

اور ذکر ولادت حضرت کیا جائے

۱۳۔ خیر البیان فی مولد الانس والجان از زید ابو الحسن مجددی فاروقی ص ۲۳ مطبوعہ دہلی ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء

۱۵۔ خیر البیان ص ۲۷۔

مولانا گنگوہی اور مولانا بریلوی کے عربی فتوے

۵۶

مولانا گنگوہی کا فتاویٰ رشیدیہ جلد اول (ص ۱۱۹) میں ایک مختصر عربی فتوے نظر آتا ہے لیکن صفحہ ۱۱۸ پر یہی فتویٰ اردو میں ہے اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل فتویٰ اردو میں ہوگا جس کو عربی میں ترجمہ کر کے علمائے عرب کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ مولانا گنگوہی کی عربی میں کوئی قابل ذکر تحریر نہیں اس لئے عربی زبان میں ان کی مہارت کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

مولوی گنگوہی کا عربی فتویٰ

مولوی رشید احمد گنگوہی کے ایک فتویٰ پر علماء مکتہ المسکرہ کی تصدیقات بھی ملتی ہیں جن کو بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . مُحَمَّدًا وَبِضَلَّتْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ
ما قولكم رام فضلكم في ان الله تعالى هل يتصف بصفة الكذب
ام لا ومن يعتقد انه يكذب كيف حكمه افتونا ما جودين .

الجواب :- ان الله تعالى منزه عن ان يتصف بصفة
الكذب وليست في كلامه شائبة الكذب ابدًا كما قال الله
تعالى ومن اصدق من الله فتى لا ومن يعتقد ويتفوه بانه تعالى
يكذب فهو كافر ملعون قطعاً ومخالف الكتاب والسنة واجتماع
الامة تعالى الله عما يقول الظالمون علواً كبيراً نعم اعتقاد اهل
الايمان ان ما قال الله تعالى في القرآن في ذرعون وهامان واجي
لمهيب انهم جهنميون فهو حكم قطعي لا يعقل خلافه ابدأ لكنه تعالى
تأد على ان يدخل الجنة وليس يعاجز عن ذلك ولا يفعل هذا
مع اختياره قال الله تعالى ولو سيئتنا لآتينا كل نفس هداها و
لحن حق القول مني لا ملئن جهنم من الجنة والناس اجمعين ه قبتين
من هذه الآية انه تعالى لو شاء لجعلهم مؤمنين ولكن

لا يخالف مكاتال وكل ذلك بالاختيار لا بالاضطرار وهو فاعلى
مختار وفعال لما يريد هذا عفتيده جميع علماء الامة كما قال
البيضاوى تحت تفسير قوله تعالى ان تغضوبهم انى وعدم غفوات
الشرك مقضى الوعيد فلا امتناع فيه لذاته . والله اعلم بالصواب
كتبه الالحق رشيد احمد گنگوہى عفى عنه

خلاصہ تصحيح علماء مکر مکرمه زاد اللہ شرف

الاحمد لمن هو به حقيق و منند السمند والتوفيق ما اجاب
به العلامة رشيد احمد المذكور هو الحق الذى لا محيص عنه
وصلى الله على النبیین وعلى آله وصحبه وسلم امر برقمه خاتم
الشريعة راجى اللطف الخفى محمد صالح ابن المرحوم صديق كمال الخفى
مفتى مكة المكرمة حالاً كان الله له صفاً (محمد صالح ابن المرحوم صديق كمال)
رقمه السرى من ربه كمال النيل محمد سعيد بن محمد ما بصيل مفتى
الشافعه بمكة المحميه عفر الله له والوالديه رمشاً تحنه وجميع
المسلمين (محمد سعيد بن محمد ما بصيل) الراجى العفو من واهب الوطيه محمد
عابد ابن المرحوم الشيخ حسين مفتى المالكيته بيد الله المحميه
مصلياً مسلماً هذا وما اجاب به العلامة رشيد احمد فيه الكفايه
وعليه المعول هل هو الحق الذى لا محيص عنه ، رقم التحقيق خلف
بن ابراهيم خادم رفقاء المنايله ببكة الشارقة حالاً حامداً
مصلياً مسلماً (الشيخ حسين محمد عابد ابن المرحوم) (خلف بن ابراهيم)

ص ۱۱۹، نساوى رشديه ج اول

فاضل بریلوی کا عربی قوی

حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک نثری نہیں بلکہ بہت سے رسائل عربی زبان میں ہیں اگر ان

فتاویٰ کا اس فتویٰ سے تقابلی کیا جائے تو یہ فتویٰ نہ مواد کے لحاظ سے افضل ہے اور نہ اسلوب کے لحاظ سے۔ اس دعویٰ کی دلیل میں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے فتاویٰ رضویہ کی جلد ہفتم سے ایک عربی فتویٰ کفل الفقیہ الفہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۲۴ھ) کے چند اوراق نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔ اصل فتویٰ بڑے سائز کے ستر صفحات پر مشتمل ہے۔

کفل الفقیہ الفہم فی احکام قرطاس الدراہم

۱۳۲۴ھ

ما قولکم دام طولکم فی هذا القرطاس المسکوک المسمی بالنوط؟
والسؤال عنه فی مواضع:

الاول: هل هو مال ام سند من قبیل الصک؟

الثانی: هل تجب فیہ الزکوٰۃ اذا بلغ نصابا فاضلا وحال علیہ الحول
ام لا؟

الثالث: هل یصح مہرا؟

الرابع: هل یجب القطع بسرقتہ من حرز؟

الخامس: هل یضمن بالاتلاف بمثلہ او بالدراہم؟

السادس: هل یجوز بیعہ بدراہم او دنانیر او فلوس؟

السابع: اذا استبدل بثوب مثلا یكون مقایضۃ او بیعا مطلقا؟

الثامن: هل یجوز اقراضہ وان جاز فیقضى بالمثل او بالدراہم؟

التاسع: هل یجوز بیعہ بدراہم نسیئۃ الی اجل معلوم؟

العاشر: هل یجوز السلم فیہ بان تعطی الدراہم علی نوط معلوم نوعا

وصفۃ یؤدی بعد شهر مثلا؟

الحادی عشر : هل يجوز بيعه بازید مما كتب فيه من عدد الربابی كان
یباع نوط عشرة باثنی عشر او عشرین او بانقص منه كذلك؟

الثانی عشر : ان جاز هذا فهل يجوز اذا اراد زید استقرض عشرة ربابی
من عمرو ان يقول عمرو لا دراهم عندی ولكن ابیعت
نوط عشرة باثنی عشر ربية منجمة الى سنة تؤدی كل
شهر ربية وهل ینهی عن ذلك لانه احتیال فی الربا
وان لم ینه فما الفرق بینه وبين الربا حتی یحل هذا ویحرم
ذلك مع ان المال وهو حصول الفضل واحد فیهما؟

افیدونا الجواب - توجروا یوم الحساب .

الجواب :

اللهم لك الحمد يا وهاب صل وسلم على السيد الاواب وعلى آله
وازواجه والاصحاب اسألك هداية الحق والصواب .

اعلم وفقني الله واياك وتولى هداي وهداك ان النوط من احدث
الاشياء واجدها - لن تجد له ذكرا ولا اثرا في شئ من مؤلفات العلماء
حتى العلامة الشامي ومن ضاهاه من العلماء الماضين قريبا ولكن الائمة
شكر الله تعالى مساعيهم الجميلة وافاض علينا من بركاتهم الجميلة قد
بنوا الملة الحنفية بيانا شافيا ليس دونه خفاء .

وقد آضت بحمد الله تعالى غراء بيضاء ليلها كنهارها فاصلوا اصولا
وفصلوا تفصيلا وذكروا كلييات تنطبق على ما لا يحصى من جزئيات
فالحوادث وان ابت النهاية لا تكاد تخرج عما افادونا من الدراية و
لن يخلو الوجود ان شاء الملك الودود عن يقدره المولى سبحانه وتعالى

على استخراج تلك الخبايا والاسترباح من تلك العطايا والمزايا .

نعم من الافهام بعيد وقريب والانسان يخطئ ويصيب - وما العلم الا نور يقذفه الله تعالى في قلب من يشاء من عباده فلا حيلة الا الالتجاء الى توفيقه سبحانه وارشاده ﴿وحسبنا الله ونعم الوكيل﴾ وعليه ثم على رسوله التعويل جل وعلا وتكرم - وصلى الله تعالى عليه وسلم .

فاقول وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق اول اسئلتك اصل اسئلتك - واذا علمت حقيقة هذا القرطاس اتضحت الاحكام كلها من دون التباس .

بيان حقيقة النوط وانه مال متقوم :

اما اصله فمعلوم انه قطعة كاغذ والكاغذ مال متقوم وما زادته هذه السكة الا رغبة للناس اليه وزيادة في صلوح ادخاره للحاجات وهذا معنى المال اى ما يميل اليه الطبع ويمكن ادخاره للحاجة كما في البحر والشامى وغيرهما .

ومعلوم ان الشرع لم يرد بحجر المسلم عن التصرف في قطعة قرطاس كيفما كانت كما ورد به في الحمر والخنزير وهذا هو مناط التقوم كما في حاشية ابن عابدين وفيه عن التلويح ، المال ما من شأنه ان يدخر للانتفاع وقت الحاجة والتقوم يستلزم المالية وفيه عن البحر عن الحاوى القدسى المال اسم لغير الأدمى خلق لمصالح الأدمى وامكن احرازه والتصرف فيه على وجه الاختيار اه^(١) .

١- رد المحتار ، ٣/٤ (ط : دارالكتب العربية بمصر) .

وقد قال المحقق على الاطلاق في فتح القدير .

”لو باع كاغذة بالف يجوز ولا يكره“^(١).

جزئية النوط :

وهذه ان حقت جزئية النوط اتى بها هذا الامام قبل حدوثه بخمسة سنة فانه هو الكاغذ الذى يباع بالف ولا غرو، فكم من مثل هذه الكرامات لعلمائنا الكرام؟ نفعنا الله تعالى ببركاتهم في الدنيا والآخرة أمين .

فلاريب ان النوط بنفسه مال متقوم يباع ويشترى ويوهب ويورث ويجرى فيه جميع ما يجرى في الاموال .

الرد على من توهم ان النوط صك لامال :

اقول ومن الظن بل من اردء الشكوك توهم انه سند من قبيل الصكوك اى ان السلطنة التى تروج هذه القراطيس تستدين من آخذها الدراهم وتعطيهم هذه تذكرة لديونهم ولقاديرها فاذا جاءوا بها الى السلطنة قضتهم ديونهم واخذت قراطيسها وان اعطوها غيرهم من الرعايا فهم يستدينون من اولئك الآخرين ويحيلونهم على السلطنة ويعطونهم تلك التذكرة علما على الاحالة كي يتوصلوا بها الى اخذ مثل ديونهم من السلطنة المديونة لمدينهم وهكذا كلما تداولت الايدى تكررت الادانات والحوالات هذا معنى كونه سندا .

وكل طفل عاقل يعلم ان هذه المعانى مما لا يخطر ببال احد من المتعاملين بها ولا يقصدون قط بهذا التداول ادانة ولا استدانة ولا حوالة

١- فتح القدير للامام ابن الهمام ٥/٤٢٥ (ط : المطبعة الكبرى بصرى) .

ولا يذهب خاطرهم الى شئ من ذلك اصلاً ولا ترى احدهم قط يذكر في دفتر ديونه على الناس من اخذ الدراهم منه باعطاء النوط ولا يقول له مدة عمره انك استدنت مني كذا فاقضني وخذ تذكرتك مني ولا في دفتر ديون الناس عليه من ا . هو الدراهم منه واعطاه النوط ولا يذكر لاحد في حياته ولا عند مماته ان لفلان على كذا فاقضوه وخذوا تذكرتي منه والظلمة المتهتكة المعتادة بأكل الربا جهارا لا يدينون احدا درهما الا بربا يوضع عليه كل شهر ما لم يقض وتراهم ياخذون النوط ويعطون الدراهم ولا يطلبون عليها فلساً واحداً لا على شهر ولا على سنين ولو علموا انه اذانة لما تركوه قطعاً فالحق انهم جميعاً انما يتصدون المبادلة والبيع والشراء ومن اخذ النوط يعلم قطعاً انه ملكه بالدراهم ومن اعطاه يعلم قطعاً انه اخرجه من ملكه بالدراهم وصاحبه يعده من ماله وكنزه كالنقدين والفلوس ويدخره ويهبه ويوصى به ويتصدق فلا يفهمون الا البيع والناس عند مقاصدهم وانما الاعمال بالنيات وانما لكل امرئ ما نوى^(١) .

فمن المتيقن الذي لا يحوم حومه شبهة انه عند الناس مال متقوم محرز مدخر مرغوب فيه يباع ويشترى ويجرى فيه كل ما في المال جرى .

الكلام على علو اثمان النوط :

اما ما ترى من علو اثمانه فقطعة بعشرة واخرى بمائة واخرى بالف .

فاقول : قدمنا عن "الفتح" ان قطعة قرطاس تصلح ان تباع بالف وذلك بالتراضي بين العاقدين فقط، فكيف اذا تراضى عليه امم من

الناس وجعلوا هذه القطعات بهذه الاثمان اصطلاحاً منهم على ان الضرب السلطاني له قيمة عند الشرع ايضاً الا ترى ان من سرق عشرة دراهم مضروبة قطع ومن سرق تبراً غير مضروب وزنه قدر عشرة ولا تبلغ قيمته عشرة مضروبة لم يقطع كما نص عليه في الهداية^(١) وغيرها عامة كتب المذهب، والفلوس المضروبة المقدرة بريية ان اخذت قدرها وزناً من النحاس لا يساوي ربية قطعاً بل قد لا يساوي نصفها - بل ترى مثل ذلك في الفضة فقد كانت في قريش من الزمان فضة تساوي ريتين وزناً بريية واحدة في بلادنا وكانت الجهلة يشترون ولا يعلمون ما فيه من وبال الربا، فاذا حصل بالضرب التضعيف فالضعف والاضعاف سواء - ومن الجلي عند كل من ورد ولو عابر سبيل مشرع الشرع الجليل او منهل العقل السليم ان الشيء التافه جداً، ربما يعرض له ما يجعله اغلى من ألوف امثاله وربما اشترت جارية بمائتي الف واكثر ولا يرغب في اخرى بثلاثين درهماً مع ان الاوصاف لا قسط لها من الثمن حتى الاطراف ما لم تصر مقصودة بالاتلاف فما هي الا ثمن الذات زادته الاوصاف لزيادة الرغبات .

ارءيتك ان كانت ورقة كاغذ فيها علم نفيس عجيب نادر غريب وكان رجل يطلبه ويعرف قدره فاشتراها بعشره الأف هل فيه من خلاف ، كلا بل حلال طيب بنص القران والاجماع من دون نكير ولا نزاع قال تعالى : ﴿الا ان تكون تجارة عن تراض منكم﴾^(٢)

١- عبارة الهداية : لو سرق عشرة تبراً قيمتها انقص من عشرة مضروبة لا يجب

القطع - الهداية ١/ ٥١٨ .

٢- القرآن الحكيم ، النساء آية ٢٩ .

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی عربی تحریر پڑھنے کے بعد اگر یہ کہا جائے کہ فاضل موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں عربی ادب کے مشہور و معروف انشاء پردازوں کا رنگ ملتا ہے تو بے جا نہیں ہوگا۔ مثال کے طور پر ابن المقفع (م ۱۴۲ھ) جاحظ (م ۳۵۵ھ) ابن العمید (م ۳۷۰ھ) بدیع الزماں ہمدانی (م ۳۹۸ھ) حریری (۲۴۶ - ۵۱۶ھ) جیسے فاضل ادیبوں و انشاء پردازوں کی نگارشات کی مکمل جھلک ملتی ہے۔ فاضل موصوف کی عربی تحریرات کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ ان کو پڑھ کر یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ ۲۰ ویں صدی کے ہندوستانی عالم کی تحریرات ہم پڑھ رہے ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خالص عربی النیل ادیب اور نقیبہ کی تحریرات ہمارے سامنے ہیں۔ الفاظ و معانی کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوتا ہے جو اپنی روانی میں نادر المثال ہے۔ سلیس السلوب بیان، پر شکوہ الفاظ اور وضاحت بیان قابلِ ستائش ہے یہی وہ خصوصیات ہیں جن سے متاثر ہو کر بھارت اور علماء حرمین شریفین زاد صہا اللہ شرفاً کے فضلاء و علماء نے فاضل بریلوی کی تصانیف کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر جناب عبد الحمئی لکھنوی سابق جنرل سیکرٹری ندوۃ العلماء و لکھنؤ اپنی کتاب نزہتہ الخواطر میں مولانا شیخ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے تفقہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی و جزئیاتہ یشہد بذلك مجموع فتاواہ و کتابہ کفل الفقہ الفہم فی احکام تطاس الدرہم الذی الف فی مکة سنة ثلاث و عشرين و ثلث مائة الف" (۱)

حکیم عبد الحمئی صاحب نے تو امام احمد رضا خاں کا تفقہ نادر المثال لکھا ہے صرف ان کے زمانہ میں، لیکن احقر اس بات کو بلا جھجک کہتا ہے کہ پچھلی کئی صدیوں میں اور آئندہ کئی صدیوں میں فاضل بریلوی جیسا فقہ حنفی میں تفقہ و تبحر نادر الوجود ہے۔

الدولة المکیة میں بہت سی وہ تفصیلات مل جائیں گی جن میں علماء حرمین شریفین

نے بڑی فراخ دلی کے ساتھ فاضل بریلوی کے فقہی تبصرے کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ کسی ہندوستانی عالم کی علمی اور فقہی تصنیفات پر اتنی بڑی تعداد میں علماء عرب کا اعتراف کیا ہے۔ (۱)

مجلس مولود شریف، ذکر شہادت اور عرسِ فاتحہ کے بارے میں مولوی گنگوہی کے

غیر محنتِ فتاویٰ

فتاویٰ رشیدیہ کے تینوں حصوں میں اور تذکرۃ الرشید کے باب الانشاء میں ایسے فتاویٰ کی کمی نہیں ہے جن میں بڑی فراخ دلی کے ساتھ مولوی گنگوہی نے مجلس مولود شریف، ذکر شہادت اور عرسِ فاتحہ کے بارے میں اپنی رائے دی ہے اور اپنے "احوط" مسکک کو چھوڑ کر "غیر احوط" طریقہ کو اپنایا ہے۔ یہاں پر ہم چند فتاویٰ ذکر کرتے ہیں۔

ازبندہ رشید احمد عینی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائید مجلس مولود مردجہ بدعت ہے اور بسبب خلط امور مکروہہ کے مکروہ تحریمیہ ہے اور قیام بھی بدجہ خصوصیت کے بدعت ہے اور امر مذکور کا پڑھنا راگ میں بسبب اندیشہ ہیجانِ فتنہ کے مکروہ ہے اور فاتحہ مردجہ بھی بدعت ہے حلیندا مشابہت لفظی ہونے سے اور تشبیہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے ایصالِ ثواب بدون اس ہمتیہ کے درست ہے اور سوئم و دہم جملہ رسوم ہنود کی ہیں اس تخصیصِ ایام میں مشابہت ہوتی ہے اور تخصیصِ ایام کی بھی بدعت ہے اگرچہ ایصالِ ثواب بدون کسی تخصیصِ مشابہت کے درست ہے۔ فقط (۲)

سوال :- انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیحہ درست ہے یا نہیں۔ بینوا آورد

رقمہ نیاز محمد ایتناز علی طالب علم مدرسہ قصبہ سہنپور۔

جواب طلب مع حوالہ کتب

۱۔ تفصیل کے لئے فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظریں، مؤلف ڈاکٹر محمد سعید احمد مطالعہ کریں

۲۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۳۷۔

الجواب :-

انعتاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے۔ تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔ فقط۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر پڑھو گے حوالہ کتب معلوم ہو جاویں گے نہ پڑھو گے تو تقلید سے عمل کرنا۔ فقط والسلام
کتبۃ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۱)

تجرب تو یہ ہے کہ مولوی گنگوہی کے لئے مولود سننے میں حاجی امداد اللہ مہر باجری کا
قول بھی حجت نہیں ہے۔ (۲)

سوال :- مولود شریف اور عرس کو جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو جیسے کہ حضرت
شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب
واقعی مولود عرس کرتے تھے یا نہیں۔

الجواب :- عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اتہام تداعی اس
میں بھی موجود ہے لہذا اس زمانہ میں درست نہیں ہے علی ہذا عرس کا جواب ہے۔ بہت اشیاء ہیں
کہ اول مباح تھی پھر کسی وقت میں منع ہو گئی۔ مجلس عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے فقط (۳)۔ شاہ
صاحب کے بارے میں کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

ایک اور مستفتی نے شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے عمل
مبارک کا ذکر کیا ہے کہ وہ مولود شریف کرتے تھے اور اس روز کھانا تیار کراتے تھے تو صاحب نقادی نے
اس کی بھی تادیل لا حاصل کر دی اور مولود کے اثبات کے قائل نہیں ہوئے (۴)
مولوی گنگوہی مجلس مولود شریف کو ترک کرنے کی تاکید کا اس قدر دھیان رکھتے ہیں کہ
اگر سائل نے اس کے بارے میں پوچھا بھی نہیں ہے تو بھی وہ اپنے جواب میں اپنی رائے بشامل

۱۔ نقادی رشیدیہ ج ۲ ص ۹۲

۲۔ نقادی رشیدیہ ج ۱ ص ۹۰

۳۔ ایضاً ج ۱ ص ۵۰

۴۔ ایضاً ج ۱ ص ۷۱، ۷۲

کردیتے ہیں کیا یہ "احوط" طریقہ تو نہیں ہے۔
سوال :- سوئم وچہلم وغیرہ کی مجلس تخصیص دن کے منع ہے یا بالکل ہی ترک کرنا
چاہیے اور اس مجلس میں جانا چاہیے یا نہیں؟

الجواب :-

مجاس مرد وجر زمانہ ہذا میلاد و عرس سوئم وچہلم بالکل ہی ترک کرنا چاہیے کہ اکثر
معاصی و بدعات سے خالی نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)
واضح رہے کہ سائل نے میلاد و عرس کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا۔
مولوی گنگوہی ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں۔

از سببہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بعد سلام منون آنکہ مجلس مولود مرد وجر بدعت ہے اور اس
میں نیام کو سنت ٹوکدہ جانا بھی بدعت ضلالہ ہے اور فخر عالم علیہ السلام کو مجلس مولود میں حاضر جانا بھی
غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ جانتا ہے تو شرک نہیں ورنہ شرک ہے اور بوقت ملاقات علماء صلحا کا ہاتھ
چومنا مباح ہے اور قبور اولیاء اللہ سے دعا چاہنا بھی مختلف نہیں ہے جس کے نزدیک سماع موتی ثابت
ہے وہ جائز کہتے ہیں اور جو ان کا سماع کا کرتے ہیں وہ لغو کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ سنت سے
اس طرح دعا کرنا ثابت نہیں لہذا بدعت ہے رندہ کے نزدیک مختلف نہیں سائل میں فیصلہ نہیں ہو
سکتا البتہ احوط کو پسند کرتا ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم روز دوشنبہ ۲ صفر المنظر از گنگوہ (۲)
ذکر شہادت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی وہ حرام لکھتے ہیں۔

سوال :- محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا صحیح اشعار بروایات صحیحہ
یا بعض ضعیفہ بھی و نیز سبیل لگانا اور چہرہ دینا اور شربت دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں۔
الجواب :- محرم میں ذکر شہادت حسنین علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا
سبیل لگانا شربت پلانا یا چہرہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نادریست تشبہ روا
فض کی وجہ سے حرام ہے فقط (۳)

۱۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۶۲ ج ۲ ۲۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۴۲

۳۔ ایضاً ج ۳ ص ۱۴۵۔

اس معاملہ میں مولوی گنگوہی کے ہاں رعایت نہیں ہے حتیٰ کہ شاہ صاحب کی لکھی ہوئی کتاب ستر الشہادتیں کو پڑھنا ذکر شہادت کے طور پر بھی ممنوع ہے اور وہ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں بالکل صحیح یا احتیاط سے کام نہیں لیتے۔ فتاویٰ رشیدیہ کے تینوں حصوں میں اس طرح کی مثالیں کثرت ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کی تحریروں سے شانِ فخر و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے بجائے تنقیص مترشح ہوتی ہے اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بجائے اہل یزید سے بھر دہی اور محبت کا حجاب ملتا ہے۔

عرس میں شرکت

نا تھ سووم چہ سلم وغیرہ اور عرس کی محافل ان کی نظر میں ممنوع ہیں یہ مانعت قطعہ ہے اس میں وہ جگہ جگہ حرام ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں حالانکہ حرام اور مکروہ تحریمی دو اصطلاحیں فقہ میں ہیں۔ حرام کا فتویٰ دینے میں کون سی نص قطعی ان کے سامنے ہے یقین نہیں کیا جاسکتا۔

سوال :- مسیڈ ہنود و عرس مسلمانوں میں جیسا کہ ہر دوار پیران کلیر اور اجیر ہے واسطے سوداگری یا خریدنے کسی شے ضرورت کے خاص دعام کو جانا کیسا ہے۔

الجواب :- میلوں میں ہنود مسلمانوں کے جانا تجارت کے واسطے بھی حرام ہے اگرچہ جو مال فروخت ہو اس میں خدمت نہیں ہوتی۔ فقط (۱)

ذرا غور فرمائیں کہ مولوی صاحب کی نظر میں بزرگانِ دین کے مزارات پر عرس کے دنوں میں جانا کسی بھی مقصد سے حرام ہے اور یہ اعراس وغیرہ کی محفلیں ہر دوار کی مشرکانہ محفلوں اور میلوں کے مشابہہ ہیں۔ استغفر اللہ۔

ہنود مسلمانوں کے میلوں میں خرید و فروخت بھی اگر حرام ہے تو عوام بے چارے کہاں خرید و فروخت کریں اگر ان کو یہ فتویٰ لگانا ہی تھا تو اس کے لئے مٹھوں نقلی اور عقلی دلائل کی ضرورت ہے۔

ایک اور فتویٰ

سوال :- عرس میں بے ضرورت واسطے تماشہ کے جانا کیسا ہے زید یہ کہتا ہے کہ اس جگہ جانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ کہنا اس کا کیسا ہے۔

الجواب :- بے ضرورت بھی جانا حرام ہے مگر نکاح نہیں ٹوٹتا کہ کفر نہیں البتہ

فاسق ہے۔

معلوم ہوا کہ عدا حرام کا مرکب فاسق ہوتا ہے کافر نہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

ایک اور فتویٰ

سوال :- کتاب حارق الاشرار ص ۵۰ حاشیہ مذکور الاخوان (مجتبائی دہلی) میں لکھا ہے کہ سفر کرنا واسطے زیارت بزرگان دین کے یعنی بجائے مکہ و مدینہ شریف کے جائز نہیں ہے۔ زید کہتا ہے کہ جب زیارت کرنا سنت مقرر ہوا تو سفر دور دراز کرنے میں کیا نقصان ہے۔ قول حارق الاشرار والے کا ضعیف معلوم ہوتا ہے یہ کہنا زید کا کیسا ہے؟

الجواب :-

قبر بزرگان دین کی زیارت کو سفر کر کے جانا مختلف فیہ ہے بعض علماء درست لکھتے ہیں اور بعض منع کرتے ہیں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اس میں نزاع تکرار نہیں چاہیے مگر ہاں عرس کے دن زیارت کو جانا حرام فقط (۱)

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جو لوگ اور وفود بزرگان دین کے اعراس میں شرکت کی غرض سے جاتے ہیں اور کسب فیض کرتے ہیں اور مسلم حکومتیں اس سفر کے لئے مخصوصی رعایات دیتی ہیں وہ سب حرام کے مرکب ہیں اور حرام کو حلال سمجھنے والا اور عدا اس پر عمل کرنے والا کافر ہو جاتا ہے تو اس فتویٰ کے مطابق تو مومن چند لوگ ہی بچیں گے اس فتویٰ سے تو ان کے اکابر کا ایمان بھی خطرے میں پڑ گیا۔

فتاویٰ رشیدیہ میں اس طرح کے فتاویٰ کی کمی نہیں ہے ایک امر مندوب مباح کیوں

منوع ہو گیا۔ امور غیر مشروعہ کا ارتکاب نہ بھی ہو تو اس کو منع اور حرام لکھ دینا دیانت فقہیہ کے خلاف
مزدور ہے کچھ نہیں تو تشبہ باہنود کا الزام لگایا گیا۔ یہی مفتی صاحب بچہ کی سالگرہ منانے کو جائز رکھتے ہیں
حالانکہ اس نعل میں تشبہ بالمضارال موجود ہے۔

سوال :- سالگرہ بچوں کی اور اس کی خوشی میں اطعام الطعام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- سالگرہ یا دداشتت عمر اطفال کے واسطے کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا اور

بعد چند سال کے کھانا بوجہ اللہ کھلانا بھی درست ہے۔ فقط (۱)

مسجد کی تعمیر میں مومنوں کے علاوہ اور کن لوگوں کا پیسہ لگ سکتا ہے یہ اختلافی مسئلہ

ہے آیا مشرکین کا پیسہ جائز ہے یا نہیں مسجد کے لئے اس کا استعمال کیسا ہے؟ وغیرہ وغیرہ بہت
سے سوالات ہیں جو ذہن میں پیدا ہوتے ہیں اس بارے میں مولوی گنگوہی کا فیصلہ۔

سوال :- شیعہ یا سہرو یا المضارعی یا یہود مسجد بنا دے یا اس کی مرمت کرے، چندہ

مسجد وغیرہ میں شریک ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :-... اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے مسجد ان لوگوں کی بنائی ہوئی بحکم مسجد ہے

اگر یہ لوگ مسجد میں روپیہ لگانا شایع جانتے ہیں تو ان کا وقف درست ہے ایسے ہی ادپر کی عمارت میں

شریک ہوں تب بھی درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۲)

میری نظر میں اس فتویٰ میں مزید تفصیل اور دلائل کی ضرورت تھی۔ نقادی رشیدیہ کے

بہت سے نقادی میں یہ بات دیکھی گئی ہے کہ ایسے اہم معاملات میں مولوی گنگوہی بغیر کسی دلیل

کے غیر احوط طریقہ کو اختیار فرماتے ہیں اور جو مسائل ائمہ اربعہ اور اکابرین ملت سے منقول ہیں انہیں

اپنے مسک کے مطابق کرنے کے لئے اشکال کا اظہار کر دیتے ہیں۔ نقادی رشیدیہ میں اسکی مثالیں

موجود ہیں۔

اس کے برخلاف امور تعبیدیہ میں وہ بہت نرم ہیں۔ مثلاً

۱۱۔ نقادی رشیدیہ ج ۱ ص ۷۸۔

۱۲۔ ایضاً ج ۲ ص ۲۹۔

سوال :... تو مرد و جلسہ میں دعاء مسنونہ نہ پڑھنے سے جو شخص کہتا ہو کہ سجدہ سہوہ لازم ہوتا ہے یہ قول صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب :- یہ مسئلہ صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔ فقط (۱)

فتاویٰ رضویہ میں اس طرح کی فرد گزاشتیں اور غیر محتاط بے اعتدالی نہیں پائی جاتی۔

مولوی گنگوہی کی یزید کی حمایت اور تاریخ کو نظر انداز کرنا

سوال :- یزید کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہے تو وہ یزید آپ کی رائے میں

کافر ہے یا فاسق (۱)

الجواب :- کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہیں، یزید مومن تھا بسبب قتل کے فاسق کفر کا حال دریافت نہیں۔ کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے۔ فقط

تشریح :... ملاحظہ ہو مولوی صاحب نے لفظ "مومن" لکھ کر یزید کو صالح مومن ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے اس لئے لکھا ہے کہ وہ پہلے بسبب قتل کے فاسق ہوا یعنی اس واقعہ کو بلا پہلے اس سے کوئی فسق و فجور ظاہر نہیں تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اس کی بیعت سے پھر کیوں انکار فرمایا اور اس کے فتنہ سے ملت کو آزاد کرانے کا کیوں غم فرمایا۔

سوال :- حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے روبرو یزید پلید کو ولی عہد کیا ہے یا نہیں؟

الجواب :- حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو خلیفہ کیا تھا اس وقت یزید اچھی صلاحیت

میں تھا۔ فقط (۲)

مستفتی نے چونکہ سوال میں یزید کو پلید لکھ دیا تھا اس لئے مولوی گنگوہی کو یزید کی حمایت لینی پڑی۔ سائل نے صرف یہ پوچھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زندگی میں ولی عہد کہا تھا یا نہیں۔ اس نے یزید کی صلاحیت اور نیکی کے بارے میں دریافت ہی نہیں کیا تھا لیکن مجیب موصوف نے

۱۱۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۰

۱۲۔ ایضاً ج ۲ ص ۳

نے لکھا کہ وہ اچھی صلاحیت میں تھا نہ معلوم وہ کون سی صلاحیت تھی جس کو تاریخ محفوظ نہ کر سکی اور سینہ بہ سینہ یہ علم منتقل ہوا۔

سوال :- جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اقرار نامہ لکھا تھا کہ تازندگی یزید کو ولی عہد نہ کروں گا پھر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قول سے کیوں پھر گئے اور یزید کو کیوں ولی عہد کیا صحابی سے اقرار توڑنا بعید معلوم ہوتا ہے۔ قمار باز اور شرابخوار یزید پہلے ہی سے تھا یا ولی عہد ہی کے وقت نہ تھا۔ مفصل صحیح کس طور ہے۔

الجواب: حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی عہد یزید کے خلیفہ نہ کرنے کا نہیں کیا یہ واپسیت دلائل ہیں۔ فقط

یزید اول صالح تھا بعد خلافت کے خراب ہوا تھا۔ فقط

درس التاریخ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین ایک معاہدہ کا ذکر ہے جس میں صاف لکھا ہے کہ حضرت امام نے جب خلافت سے دستبرداری قبول کی تو کچھ شرطیں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ کر بھیجیں جن میں ایک یہ بھی تھی کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت سنبھالیں گے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش ہوئے اور انھوں نے مہر لگا کر ایک سفید سادہ کاغذ دو معتبر اشخاص کے ساتھ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا کہ آپ اس کاغذ پر جو شرائط لکھ دیں گے مجھے منظور ہے اور حضرت امام نے وہ شرائط لکھ کر بھیجیں لیکن بعد میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب میں سے چند شرطوں پر عمل کیا۔

صرف یہی ایک فتویٰ نہیں ہے بلکہ فتاویٰ رشیدیہ کے ہر حصہ میں ایسے کثیر فتاویٰ ہیں حتیٰ کہ مجرب نے سراسر شہادتین کا پڑھنا بھی محرم میں منع اور ناجائز لکھا ہے جب کہ یہ کتاب خود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ ہے۔

خالی الذہن ہو کر غور کرنے کے بعد اس کی وجہ یہی سمجھ میں آتی ہے کہ یا تو یہ لوگ نواسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم المرتبت شہادت ہی نہیں سمجھتے بلکہ خروج و بغاوت کی شرعی تعزیر گردانتے ہیں یا پھر یزید کے جذبہ حمایت میں یہ اتنا بھی برداشت نہیں کر سکتے کہ امام واجب

الاحترام کی دردناک منظومی، حق پرستی اور رقت انگیز واقعہ شہادت کا اظہار کر کے یزید کے مظالم و شقاوت کی داستان منظر عام پر لائی جائے۔

یزید کی زندگی کا تاریخی پس منظر

یزید کے بارے میں "دروس التاریخ الاسلامی و احوال الدول العربیہ" تالیف الشیخ محی الدین الجیاط الجزء الثالث، مطبوعہ بیروت ۱۹۷۱ء بمطابق رجب ۱۳۶۰ھ میں یہ عبارتیں قابل ذکر ہیں۔

الدرس الرابع - تتمتہ خلافت معاویہ ابن ابی سفیان و خلافتہ ابنہ یزید
اول ملک و ارثی

بلغ من حرص معاویة على الملك ان حال حصر الملك في آله ورهطه فنجح و اول عمل عمله لذلك حمل الناس على مبايعة ابنه يزيد في حياته على ان يكون الخليفة بعد مماته مع استناره بسوء السيرة والتمتدأخ (۱)
خلافة يزيد بن معاوية، اول ملك ممتك
لما توفي معاوية بويع لولده يزيد بالخلافة في سنة ۶۰ھ وهو معروف بالتمتك الى درجة منائية (وهو اول ملك ممتك في الاسلام) وقد علمت مما تقدم ان اباه استخلفه قبل موته وكتب الى البلاط بمبايعه، فبايعه الاكثر من مكرهين الا الاربعة الماؤذكرهم الخ (۲)
یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ روس المساریخ، تاریخ اسلامی کی وہ جامع

کتاب ہے جو ہندوستان کے مدارس اسلامیہ میں کورس میں شامل ہے اور علماء دیوبند کو اس کتاب پر پورا اعتماد ہے تب ہی تو کورس میں شامل کر رکھا ہے۔ جب اس کتاب میں یزید کی بد معاشی بد کرداری اور رسوائے زمانہ ہونے کی شہادت دے گئی ہے تو پھر مولوی رشید احمد گنگوہی کے پاس کون سا ایسا ثبوت ہے جس سے انھوں نے یزید کو صالح تحریر فرمایا۔

یہ بھی ذکر کر دینا موقع کے مناسب ہوگا کہ صاحب کتاب نے مندرجہ ذیل ماخذ تاریخ سے استفادہ کیا ہے تب اس کتاب کو تالیف کیا ہے۔

- ۱۔ تاریخ ابن جریر الطبری المسمی تاریخ الالد والملوک۔
- ۲۔ تاریخ ابن الاثیر المسمی الکامل
- ۳۔ تاریخ ابن خلدون المسمی العبر و دیوان المتبدوا والخصیر
- ۴۔ تاریخ ابی القداء المسمی المنختصر فی اخبار البشر
- ۵۔ تاریخ الفخری المعروف بابن طباطبا
- ۶۔ تاریخ مروج الذهب للمسعودی
- ۷۔ تاریخ العبری
- ۸۔ تاریخ الدوحی
- ۹۔ تاریخ السیرة الحلبیة للحلبی
- ۱۰۔ تاریخ فتوح البلدان للبلاذری
- ۱۱۔ تاریخ العقد الفرید لابن عبد ابہ
- ۱۲۔ تاریخ الامامة والسیاستہ لابن قیبة
- ۱۳۔ تاریخ الحیاء الحیوان الامیری

مؤلف نے ان اہم ماخذ کی تفصیل کے بعد لکھا ہے کہ ان کے علاوہ بہت سے وہ ماخذ تاریخ ہیں جن کا ذکر یہاں میں نہیں کر رہا چونکہ وہ سب ماخذ کا مرجع یہی مصادر ہیں۔ اب کون سا وہ ماخذ ہے جس میں یزید کی نیک چلنی کی گواہی دی گئی ہو اسی کتاب کے ص ۳۵-۳۶ پر یہ عبارت بھی قابل ذکر ہے۔

ثم توفي يزيد سنة ۶۴ هـ وعمره ۳۸ سنة وخلافته ثلاث سنوات، وكانت سيوة سيوة تهتك وخرق، وهو قول من اتخذ الخصيان في الاسلام، وقد جنى عليه اربع جنائيات قتل الحسين، واباحة المدينة، وهدم الكعبة واتحان الخصيان. ! (۱)

یزید کے بارے میں تاریخ کے آئینہ سے میں ان حقائق کا بیان کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں تاکہ تاریخ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ کیا ملت اسلامیہ کے ایک اہم عادل کی یہی زندگی ہونی چاہیے۔ علامہ ابن کثیر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

” وقد روى ان يزيد كان قد اشتهر بالمعازف و شرب الخمر والغناء و انصيده و اتحان الغلمان و الكلاب و النكاح بين الكباش. الدباب و القرد الا و وما من يوم يصبح فيه مخموراً كان يشد القدر على فرس بس حبة بجل و ليسوق و يلبس القدر قلانس الذهب و كذلك الغلمان و كان يسابق بين الخيل و كان اذا مات حزن عليه. “ (۲)

البدایۃ میں ہی یزید کے بارے میں یہ بھی تصریح ہے۔

” و كان فيه ايضا اقبال على السموات وترك بعض

الصلاة و ما تنها في غالب الاوقات. (۳)

ترجمہ :- ” نقل دروایت سے ثابت ہے کہ یزید سرود و نغمہ ساز اور آگ، شراب نوشی اور

سیر و شکار کے اندر اپنے زمانہ میں مشہور تھا۔ نو عمر لڑکوں، گانے والی درد شیرازوں

اور کتوں کو اپنے گرد جمع رکھتا تھا۔ سنگ والے لڑاکا مینڈھوں سے منڈھوں اور

(۱) دروس التاريخ، ج ۳، ص ۳۶ - ۳۵

(۳) ایضاً، ص ۲۳۰

(۲) البدایۃ و النہایۃ ج ۸ - ص ۲۳۶

بندروں کے درمیان لڑائی کا مقابلہ کرنا تھا۔ ہر دن صبح کے وقت میں نشہ میں مخمور اٹھتا تھا۔ زین کسے ہوئے گھوڑوں پر بندروں کو رسی سے باندھ کر پھرتا تھا۔ بندروں اور نو عمر لڑکوں کو سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔ گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کراتا تھا جب کوئی بندر مر جاتا تو اس کا سوگ مناتا تھا۔

”اور اس کے اندر شہواتِ نفس کی طرف میلان اور بعض نمازوں کے ترک اور اکثر اوقات انھیں نذرِ عنفلت کر دینے کی عادت تھی۔“

یزید کی بدکرداری و عیاشی کے بارے میں مفتی شوکت علی فہمی نے اپنی تصنیف مکمل

تاریخ اسلام میں لکھا ہے۔

”یزید چونکہ عیاش شربانی، زانی اور ناکارہ نوجوان تھا اس لئے اس کی دلی عہدی کی مخالفت

دوستوں اور دشمنوں سب نے ہی کی لیکن امیر معاویہ چونکہ اس کی دلی عہدی کا فیصلہ

کر چکے تھے اس لئے انھوں نے ڈرا دھمکا کر اور دے دلا کر مصر، شام و عراق کے باشندوں

سے تو کسی نہ کسی طرح یزید کی دلی عہدی کی بیعت حاصل کر ہی لی لیکن حجاز جسے سب سے

بڑی مذہبی حیثیت حاصل تھی وہاں کے لوگ کسی طرح بھی یزید کی بیعت کے لئے آمادہ

نہ ہوئے۔ آخر اہل حجاز کو ہمارا کرنے کے لئے امیر معاویہ کو خود مکہ اور مدینہ کا سفر کرنا پڑا۔

یہاں پانچ ایسے مقتدر حضرات تھے جن کا سرے حجاز پر اثر تھا یہ پانچ بزرگ یہ تھے۔

حضرت امام حسین، عبدالرحمان بن ابی بکر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس

اور حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ علیہم اجمعین)“ (۱)

اسی تاریخ اسلام میں ص ۲۸۳ پر مفتی شوکت علی فہمی نے لکھا ہے۔

”لیکن حقیقت یہ ہے کہ یزید ایک سرے سے ہی حکمرانی کے قابل نہ تھا۔“ (۲)

مختصر تاریخ اسلام مکمل کے مصنفین بشیر احمد طاہر اور محمد جلال الدین سعید بھی یزید کے

۱۔ مکمل تاریخ اسلام ص ۲۸۳

۲۔ ایضاً ص ۲۸۳

بارے میں لکھتے ہیں :-

”امیر معاویہ کے انتظام اور پیش بندیوں کے باوجود ان کے جانشین یزید کے لئے خلافت کا راستہ ہموار نہ تھا جب ان کے انتقال کے بعد یزید نے نئے سرے سے تمام اہل عرب سے بیعت لینی چاہی تو امام حسین نے حق و صداقت کا علم بلند کیا اور یزید کے فسق و فجور پر نظر کرتے ہوئے بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا۔“ (۱)

یزید کی عیاشی اور فسق و فجور کے واقعات سے تاریخ اسلام کی معتبر کتابیں بھری پڑی ہیں اس کے باوجود بھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جہاد و قتال فتنہ بغاوت فرد کرنے کی جہمت سے جائز تھا اور یزید نے اپنا شرعی حق استعمال کیا ایسے باطل خیالات کی تردید بھی ملاحظہ فرمایا لیجئے۔

وقد غلط القاصی ابو بکر بن
العربی المالکی فی هذا فتال
فی کتابہ الذی سماہ بالعواصم
والقواصم ما معناه ان النسین
قتل بشرع جده وهو غلط حملہ
علیہ الغفلة عن اشتراط
الامام العادل ومن اعدل
من الحسنین فی زمانہ اما متہ
وعدالتہ فی قتال اهل الاراع
مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۱۔

قاصی ابو بکر ابن عربی نے اپنی کتاب
العواصم والقواصم میں یہ کہہ کر سخت غلطی کی ہے
کہ امام حسین اپنے نانا کی شریعت کے مطابق قتل
کئے گئے یہ سراسر غلط ہے غلطی کی وجہ یہ ہے کہ
شریعت نے امام کے خلاف کھڑے ہونے والے کے
لئے جو قتل کی نرا تجویز کی ہے وہی شریعت ہے کہ وہ امام
عدل ہو تاغی صاحب نے امام عادل کی اس شرط کو
نظر انداز کر دیا ہے حسین کے زمانہ میں ملت کی اہمیت و
سرکاری کیلئے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ عادل و کامل کون ہو سکتا
تھا کہ خواہش پرستوں سے جنگ کرے۔

ذرا خیال کریجئے جس کے گھر سے ملت کا پشمہ پھوٹا ملت سیراب ہوئی تہلیل ملت کی ذمہ داری
بھی اسی پر سب سے زیادہ تھی وقت نے انھیں نہایت درد و کرب کے ساتھ پکارا اور انھوں نے
نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ جواب دیا۔ زمین و آسمان کی کائنات شاہد ہے کہ بلا ریب وہ اس اعزاز کے
مستحق تھے یزیدی عہد حکومت کے منکرات کی اخیر اور ملت کی تہلیل بھی امام عالی مقام کا بنیادی نصب العین
اور یزید کے خلاف اقدام کا اصل محرک تھا کہ بلا کے پورے سفر نامہ میں یہ حقیقت جگہ جگہ نمایاں ہے

چنانچہ حریمی کی حراست میں طرہ لقی عذیب وناوسیہ سے کر بلا کی طرف پلٹتے وقت امام نے جبرائیل خنبہ دیا تھا وہ آج بھی کتابوں میں محفوظ ہے۔ اقدام نصب العین کا پس منظر سمجھنے کے لئے خطبہ کا لفظ لفظ ضمانت ہے۔

خطبہ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

ایمہ الناس ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قال من
رأی سلطاناً جائراً مستحلاً
لحرم اللہ فاکتأمی لعہد اللہ
مخالفاً لسنة رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لعیمل فی
عباد اللہ بالاثم والعدوان
فلم یغیر ما علیہ بفعل
ولا قول کان حقاً علی اللہ
ان یدخلہ مدخلہ الا وان
ھو لاعتقد ان مو اطاعة
الشیطان وترکوا طاعة الرحمن
واظھرو الفساد وعطلوا الحدو
واستأثروا بالفیء واحلوا حرام
اللہ وحرماوا حلالہ وانما حق
من عنید۔

عربی عبارات بحوالہ (کامل بن اثیر ج ۴، ص ۱۴۰)

زیادہ مستحق میں ہوں

حضرت امام نے یزید کی بدکرداریوں اور بد عملیوں کی جو نشاندہی فرمائی ہے کیا ان تمام باتوں کے باوجود بھی یزید کو صالح کہا جاسکتا ہے جیسا کہ مولوی گنگوہی نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے ہو سکتا ہے

کہ مولوی گنگوہی کی نظر میں کوئی تاریخ رہی ہو اگر ایسا تھا تو اس کا ذکر ضروری تھا تا کہ قارئین کو الجھن نہ ہوتی اور صحیح بات سمجھنے میں آسانی ہوتی۔ وہ اپنا نصب العین ثابت کرنے کے لئے ان تمام تاریخی دستاویزات کی حقیقت کے آئینہ میں تغلیظ کرتے اور اپنے مدعا کو مدلل طور پر ثابت کرتے ایسا نہ کرنا محققانہ بصیرت کے منافی ہے۔ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ امتیازی وصف ہے کہ اپنے مدعا کو نہایت مدلل اور بہترین انداز میں پیش فرماتے ہیں اور اس کی تحقیق میں اتنی محنت فرماتے ہیں کہ قارئین کے دلوں میں پھر کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولوی گنگوہی کی نگاہ میں یزید صالح تھا اور بوجہ قتل حسین کے فاسق ہوا تو پھر حضرت امام کے خروج کی وجہ کیا تھی؟ کیا وہ دولت و ثروت، جاہ و حشمت، عزت و اقتدار کے لئے نکلے تھے؟ حاشا! کلا ایسا نہیں ہے وہ تو نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آلِ اطہار میں ہیں۔ وہ جنتیوں کے سردار ہیں اگر وہ دنیاوی حرص وطمع فرماتے تو کیا اس بات کو اتنا پاک اور مقدس ضمیر گوارا فرماتا۔ معلوم ہوا کہ یزید خلافت کے منصب کے کسی بھی طرح اہل نہیں تھا اور اس کی عیاشی و فسق و فحش سے تنگ آ کر حضرت امام نے خروج فرمایا تھا تو پھر مولوی صاحب روزِ محشر میں حضرت امام اور اہل بیت آلِ اطہار کو کیا منہ دکھائیں گے۔

فتاویٰ رشیدیہ کی اجمالی خصوصیات

مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ کو مطالعہ کرنے سے ان چند خصوصیات کا علم ہوتا ہے۔ ان کے فتاویٰ بہت مختصر ہوتے ہیں کتب فقہ سے حوالجات نہیں ذکر کئے جاتے، مختلف فیہا مسائل میں علماء کرام کے اقوال اور فقہاء کی آراء کا بھی ذکر نہیں ہوتا۔ مختلف فیہا مسائل میں وہ قول منفتی بہ اور قول مرجوح کا بھی ذکر نہیں کرتے۔ ان کے فتاویٰ میں ایک بڑی کمی یہ بھی ہے کہ وہ مستفتی کو متجسس اور حیران حیران نہیں دیتے ہیں اور بعض مسائل میں اپنی لاعلمی کا اظہار فرمادیتے ہیں۔ بعض مفروضہ وجوہات کی بنا پر امور مباحہ

۱۱۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۲، ص ۲۶ ا ج اول وغیرہ

۱۲۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۷۴، ۷۵، ۱۳۰، جلد دوم ص ۲۸، ۳۰، ۳۲، ۳۵، ۱۵۴، ۱۵۵

کو ممنوع، بدعت اور بدعت ضلالت لکھتے ہیں، مسائل و محافل میں تشبہ بالمشرکین نہ ہوتے ہوئے بھی تشبہ
فرض کفر کے حرام قرار دیتے ہیں اور جہاں تشبہ بالمشرکین والنصاریٰ ہوتا ہے وہاں
نظر انداز کر کے جواز کا فتویٰ صادر فرما دیتے ہیں جیسے مولود شریف، ذکر شہادت^{۱۴} حسین علیہم السلام عرس
ایصالِ ثواب کی محافل سوم چہ سلم وغیرہ ان کے نزدیک بدعت اور ممنوع ہیں۔ بعض مقامات پر ان
امور کے لئے حرام کا بھی فتویٰ دے دیا ہے لیکن بچہ کی سٹالگرہ منانا جو نزاری کا طریقہ ہے ان کے
زریک جائز ہے اثبات ایمان کفر و شرک کے فیصلوں کو صادر کرنے میں وہ زیادہ احتیاط سے کام نہیں
لیتے حالانکہ ان مسائل میں احتیاط پسندی علماء کرام کا عمل رہا ہے (۷) اسی قسم کا ایک اہم فیصلہ صاحب
تذکرۃ الرشید نے ان الفاظ میں لکھا ہے۔

اس وقت کے بعد حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا اسی طرح اکثر بزرگ پوشیدہ ہو کر۔۔
خلقت کو راہ ہدایت پر لاتے ہیں اسی طرح بابا نانک بھی مسلمان تھے اور پوشیدہ ہو کر ہدایت کرتے تھے
ان کی گرنٹھ کا پہلا شعر یہ ہے۔

اول نام خدا داد جا نام رسول یجا کلمہ پڑھے نانا کا جو درگاہ میں پوس قبول ۷
بابا نانک کو یقینی طور پر مسلمان کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے اور وہ ایک عالم کا قول جبکہ
ساری دنیا میں اس نے دینی معتقدات اور امور تعبیریہ میں اثبات ایمان پر کوئی دلیل نہیں ملتی اور
پھر گرو نانک تو مغلیہ اسلامی دور میں ہندوستان میں تھے۔ اگر وہ اعلانیہ اسلام قبول کرتے اور عقائد اور
اعمال صالحہ کو اپناتے ہوئے ان کو کس بات کا ڈر تھا، اگر صرف اس شعر کی روشنی میں مولوی گنگوہی
کے اس فتویٰ کو درست مان لیا جائے تو آج کل ہندوپاک کے غیر مسلم شعراء جو حمد باری تعالیٰ و نعت
پاک لکھتے ہیں، اولیاء اللہ کی کرامات کے قائل ہیں ان کے بارے میں کیا فتویٰ دیا جائے گا۔

۱۳۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۱۵۱، ۱۴۴، جلد دوم ص ۱۳۱، ۱۶۳ وغیرہ

۱۴۔ ایضاً جلد دوم ص ۹۶، جلد سوم ص ۱۴۵ وغیرہ

۱۵۔ ایضاً ج دوم ص ۳۰، (۱۶) ایضاً ج ۱ ص ۷۸، (۱۷) ایضاً ج دوم ص ۲۰

(۱۸) تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۳۸، ایضاً ج ۱ ص ۷۵

میری نظر میں یہ مولوی گنگوہی کا سہو ہے۔
 مسجد کی تعمیر میں وہ بلا جھجک، شیعہ، مشرکین، یہود و نصاریٰ کے رویہ کے استعمال کو جائز سمجھتے
 ہیں سب کو معلوم ہے یہ مختلف فیہا مسائل ہیں لیکن وہ ان اختلافات کا ذکر ہی نہیں کرتے۔
 ان کے اکابر کی کچھ تحریرات ایسی بھی ہیں جن سے عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص
 ظاہر ہوتی ہے۔ وہ ان اقوال کو درست مانتے ہوئے تاویل سے کام لیتے ہیں جس میں وہ کامیاب نہیں ہیں
 اس کے باوجود ان کے معتقدات کو اپنانے کی تلقین و تاکید کرتے ہیں، (۳) مولوی صاحب نے یزید کی حمایت
 کی ہے اور اس کو صالح لکھا ہے بسبب قتل حسین کے وہ فاسق ہوا (۴) یہ فتویٰ تاریخی حقائق کی روشنی میں بالکل
 غلط اور بے بنیاد ہے۔

مولوی صاحب کبھی جواب میں ان مسائل کو بھی شامل کر لیتے ہیں جو مستفتی اپنے استفتاء میں
 شامل نہیں کرتا لیکن مفتی صاحب اپنی رائے لکھ دیتے ہیں۔
 مثال کے طور پر مسائل نے صرف عرس کے بارے میں سوال کیا جواب میں عرس کے ساتھ

-
- ۱۱۔ فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۲۹
- ۱۲۔ ایضاً ص ۸۶، ج ۱، ص ۱۲ جلد سوم ص ۵۲ ج ۱، ص ۱۲۲ ج ۱
- ۱۳۔ ایضاً ج ۱ ص ۱۱۴، ۱۲۲، ۱۲۵، ۱۵۱، ۶۴، جلد دوم ص ۵، ۸، ۹، ۱۴۵، ۱۴۶، جلد سوم ص ۵۷، ۹۶ وغیرہ
- ۱۴۔ جلد دوم ص ۱۱۸، ۱۲۱ (۵) دروس التاریخ از شیخ محی الدین الخياط الجزء الثالث مطبوعہ بیروت
 ۱۹۷۰ م ۱۳۹۰ھ ص ۲۲، ۲۶۔ نوٹس:- تاریخ کی یہ کتاب مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے ایضاً ص ۳۵، ۳۶
 البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۶، ۲۳۷، مکمل تاریخ اسلام از مفتی شوکت علی فہمی ص ۲۸۲، ۲۸۳، مختصر تاریخ
 اسلام از بشیر احمد طاہر و محمد جلال الدین سعید ص ۴۵ وغیرہ و سرحدات عزیز اباطة مسرح قیس
 ولبنی از مسرح الشعراء و عزام یزید از محمود غنیم ص ۶۶ المسرحیۃ نشاۃ و
 تاریخها و اصولها از استاذ عمر الدسوقی۔ مطبوعہ قاہرہ و
 مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۱

مولود شریف کو بھی ناجائز لکھ دیا (۱)

بہت سے مسائل میں وہ اپنی رائے لکھ دیتے ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ مطمئن خود بھی نہیں ہیں جیسے اروح مومنین کا نہ آنا (۲) استمداد با اولیاء اللہ کا مسئلہ (۳) بنک کے سود کا حکم (۴) نوٹ کی خرید و فروخت پر برقمیت پر درست نہ ہونا (۵) منی آرڈر کا عدم جواز ہونا (۶) منی آرڈر کا سود میں داخل ہونا (۷)۔
بنک میں ردپیہ رکھنے کا جائز نہ ہونا (۸) نوٹوں میں زکاة کا حکم (۹)۔

مجلس مولود شریف کو اخفول نے ممنوع، بدعت اور ناجائز لکھا ہے جس کی مثالیں فتادی رشیدیہ میں جا بجا ہیں اس کے ساتھ ہی اس مجلس کے افضل اور مستحب ہونے کا بھی فتویٰ دیا ہے (۱۰)۔
اخفول نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی قبلہ دکعبہ کے لقب کو استعمال کرنے کو ممنوع لکھا ہے (۱۱)۔
مولوی اشرف علی تھانوی نے خود ان کو ان القاب سے یاد کیا ہے تو اس میں کوئی نیکر نہیں کی (۱۲)۔
اسی طرح کی بہت سی فرد گزشتہ فتادی رشیدیہ اور تذکرۃ الرشید ج اول میں موجود ہیں۔ جن کا استیعاب اس مقالہ کے لئے ضروری نہیں ہے۔

- ۱۔ فتادی رشیدیہ جلد سوم ص ۱۲۴۔
- ۲۔ ایضاً جلد اول ص ۹۔
- ۳۔ ایضاً جلد اول ص ۹۳، ۱۳، جلد دوم ص ۶-۸ جلد سوم ص ۶، ۱۳، ۱۹، ۱۲۴۔
- ۴۔ ایضاً جلد دوم ص ۱۵۹۔
- ۵۔ ایضاً جلد اول ص ۷۵، ۲۴۔
- ۶۔ ایضاً جلد دوم ص ۱۵، ۱۵۷۔
- ۷۔ ایضاً جلد دوم ص ۱۵۶ - (۸) ایضاً جلد دوم ص ۱۵۷۔
- ۹۔ جلد دوم ص ۱۵۴۔
- ۱۰۔ خیر البیان از زید ابوالحسن فاروقی ص ۲۷۔
- ۱۱۔ جلد دوم ص ۷۹۔
- ۱۲۔ تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۱۶۔

فتاویٰ رشیدیہ میں ایسے کئی فتاویٰ موجود ہیں جن میں مستفتی نے کچھ مباح اور جائز امور کو ناجائز امور کے ساتھ شامل کر کے مولوی گنگوہی کے سامنے استفتاء پیش کیا اس پر مولوی صاحب نے مستفتی کو تنبیہ نہیں فرمائی اور جواب اس طرح پر عنایت کیا جس سے مستفتی کی رائے سے اتفاق ظاہر ہوتا ہے حالانکہ دیانت فقہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ مباح اور ناجائز امور کی جدا جدا نشاندہی کر کے فتویٰ جاری کیا جاتا۔ مثال کے طور پر۔

سوال :- جو شخص مجالس غیر مشروعہ میں شریک ہووے اور مال خرچ کرے اور اس کو مستحسن اور حلال جانے کہ جن کی حرمت لضع سربیحہ سے ثابت ہے مثلاً ناچ و مزامیر و مجالس عرس و روشنی وغیرہ۔ منکرات کثیرہ تو ایسا شخص فاسق ہوگا یا کافر کیونکہ افعال ممنوعہ حرام کو حلال جانتا ہے۔

الجواب :- ایسا شخص فاسق ہے کافر کہنے سے زبان بند رکھنا چاہیے اور فعل مسلم کی تاویل کر کے اسلام سے خارج نہ کرے جہاں تک ہو سکے لا تعفوا حداً من اصل القبلة ائمہ مجتہدین فرما گئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

مستفتی نے ناچ و مزامیر کے ساتھ عرس اور روشنی وغیرہ کو منکرات اور غیر مشروعہ فعل صریح میں شامل کر دیا ہے اور مجیب نے اس پر کوئی تنبیہ نہیں فرمائی۔ گویا اتفاق کیا ہے اور ایک عالم سے ایسے فعل پر اتفاق کا ہونا عجیب امر ہے چونکہ مفتی کی نظر استفاد کے ہر لفظ پر ہوتی ہے اور ہونی چاہیے۔

مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی خصوصیات

فتاویٰ رضویہ کی سب خصوصیات کا ذکر کرنا بہت مشکل ہے چند اہم خصوصیات اس طرح پر ہیں۔

۱۔ مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے جواب میں سب سے پہلے کتاب و سنت سے استدلال

کرتے ہیں، پھر متعدد کتب فقہ کا ذکر کرتے ہوئے فقہاء کرام کے اقوال و اراء کو ذکر کر دیتے ہیں۔

۲۔ آپ کے فتاویٰ میں فقہی مسائل پر خوب تحقیق ملتی ہے، دلائل اور استشادات بکثرت ہوتے ہیں۔ بعض بعض فتاویٰ میں مصادر کی تعداد دو سو سے بھی متجاوز ہو جاتی ہے۔

۳۔ آپ فتاویٰ میں مسائل کے سوال کے ہر پہلو کی تفسیح کرتے ہیں۔ اگر کسی مسئلہ میں فقہاء کرام اور علماء عظام کے اقوال میں تعارض ہو جاتا ہے تو قول راجح کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ مختلف اراء میں تطبیق کا ملکہ مولانا بریلوی میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

۴۔ مولانا بریلوی رحمت اللہ علیہ کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ قرآنی تراجم و تفاسیر، کتب احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ کی کتابوں کا بھرپور علم ہے ان کے فتاویٰ میں جن حوالہ جات کا ذکر ہوتا ہے آج کے علماء میں سے بہت کم ان کے جاننے والے ہوں گے۔

۵۔ فقہی کلیات اور جزئیات ان کو مستحضر ہیں اگر یہ استحضار نہ ہوتا تو اتنی مختصر عمر میں اتنی بڑی تعداد میں فقہی رسائل و تصنیفات وجود میں نہیں آتے جن مسائل کو آپ نے تین چار روز کی مدت میں لکھ دیا ہے۔ علماء کو ایسے رسائل میں ایک سال بھی ناکافی ہو گا۔ سرعت تحریر میں زمانہ ایسی مثال لانے سے عاجز ہے۔ یونیورسٹیاں جن مقالوں کے لئے کئی سال کی مہلت دیتی ہیں وہ ان رسائل سے زیادہ معیاری نہیں ہوتے۔

۶۔ مولانا بریلوی کا طرز استدلال اور طریقہ استنباط نرالا ہے وہ مسئلہ کی حقیقت کو جدید و قدیم علوم کی روشنی میں حل کرتے ہیں شرعی حکم کے معلوم کرنے میں اشیاء کی حقیقت اور ماہیت پر بھی سیر حاصل بحث کرتے ہیں ان کے فتاویٰ میں نقلی اور اصلی دلائل کی کمی نہیں رہتی۔ ان کے فتاویٰ سے ظاہر ہے کہ فقہ اسلامی کے ساتھ دیگر مذاہب کے قوانین اور جزئیات کا بھی علم رکھتے ہیں۔

۷۔ آپ فقہا متقدمین کا احترام اور ان کی تقلید کرتے ہیں، فقہ حنفی کو وہ مکمل اور قابل پیروی مانتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ فتاویٰ میں تحقیق کے دوران متقدمین علماء کی اگر کوئی فرد گزاشت ظاہر ہوتی ہے تو اس کو بھی وہ ذکر کر کے اپنی فضیل رائے ضرور دیتے ہیں یہ ملکہ ہم عصر علماء میں صرف انہی کو حاصل ہے۔

۸۔ مولانا بریلوی نے اپنی تالیف اور تصانیف، فتاویٰ میں جس تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے وہ

ان کا امتیازی وصف ہے ان کی ناقد نظر اور تحقیق پسند طبیعت نے جو تحقیق کا طرز اپنایا ہے اس کے سامنے
آج کے محقق اور ریسرچ اسکالر بھی شرمندہ ہو جاتے ہیں۔

۹۔ ان کے فقہی فتاویٰ علماء اسلام اور علماء دیگر ادیان کے لئے مشعل راہ ہیں دیگر مذاہب کا

قانون بھی انھیں یاد تھا۔ یہ ایک عظیم خدمت ہے جو فاضل بریلوی نے اس تہذیب یافتہ دور میں سانس
لینے والوں کے لئے انجام دی۔ انھوں نے موجودہ دور میں پیش آنے والے مسائل کو علماء و متقدمین کے فتاویٰ
کی روشنی میں حل کرنے میں بڑی کاوش سے کام لیا ہے یہ اس ملت پر ان کا احسانِ عظیم ہے، ایسا لگتا تھا
کہ موجود ترقی کے سامنے دامنِ اسلام تنگ ہو جائے گا لیکن انھوں نے اپنے فتاویٰ، تالیفات اور تصنیفات
سے آیتہ کریمہ و نزلنا علیک الکتاب قبائلاً لکل شیء الخ کی حقانیت ثابت کر دی
ان تحقیقات کی وجہ سے ملتِ اسلامیہ کو بہت سی مشکلات سے نجات مل گئی اور فقہی روشنی حاصل ہوئی۔

۱۰۔ فقہ حنفی کے ماننے والے علماء تو ساری دنیا میں ہیں لیکن جو خدمت اس فقہ حنفی کی مولانا

بریلوی نے فرمائی ہے شاید انیسویں بیسویں صدی میں کسی نے انجام نہ دی ہو آپ کے فتاویٰ اور فقہی تالیفات

مسک احناف کے علماء کے لئے خصوصاً اور دیگر مسالک کے علماء کے لئے عموماً رہنما کا درجہ رکھتی ہیں۔

۱۱۔ مولانا بریلوی کے فتاویٰ، تصنیف و تالیفات جو کم و بیش پچپن علوم پر مشتمل ہیں آج کے منہسی

طلباء و فضلاء کے لئے مشعل راہ ہیں۔ بڑے اعتماد اور وثوق کے ساتھ اپنی رائے دیتے ہوئے دوسرے

اقوال کا رد بھی ذکر کرتے ہیں (۱)

۱۲۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنے مستفتی کی قدر دانی کرتے ہوئے اس کے جذبہ صادق کا پتہ لگا لیتے ہیں

پھر بریلوی توجہ سے اس کو تسلی بخش جواب عنایت کرتے ہیں۔ استفتاء کی ہر شق پر ان کی نظر ہوتی

ہے اور وہ مستفتی کے جذبہ استفسار کو نظر انداز نہیں کرتے۔

۱۳۔ اپنی تالیف و تصنیفات فقہیہ سے انھوں نے عظمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سک

دول پر بٹھا دیا اور بے ادب گستاخ لوگوں کا دندانِ خشکن جواب دیا۔

(۱)۔ مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مسائل پر تصنیفات کی تعداد تقریباً دو سو تک ہے۔

۱۴:- کسی بھی مسئلہ میں وہ لاعلمی اور عاجزی کا اظہار نہیں کرتے، ان کے فتاویٰ میں تاریخی حقائق کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔

۱۵:- عشقِ رسول اور محبتِ رسول اللہ صلی علیہ وسلم پر ان کا ایمان ہے، اہل بیت سے انکو سچی عقیدت ہے اور خدمتِ دین متین ان کا جذبہ صادق ہے اسی پر وہ تمام عمر کار بند رہے بدعات و منکرات کو انھوں نے سخت ترین الفاظ میں رد کیا، ان کا قلم اس امر میں بہت سخت گیر ہے۔ ان کا طرہ امتیاز اتباعِ سنتِ سنینہ ہے۔

۱۶:- ان کے فتاویٰ عربی، فارسی اور اردو نثر و نظم میں پائے جاتے ہیں۔ علومِ اسلامیہ کے ساتھ ساتھ اصنافِ سخن ادب پر بھی ان کو کامل عبور ہے ان کی تحریرات فنِ ادب کا ایسا شاہکار ہیں جن کو کالجوں اور یونیورسٹیوں کی اعلیٰ ادبی کلاسوں کے لصاب میں شامل کیا جانا چاہیے۔ ایسا لگتا ہی نہیں کہ یہ عربی اور فارسی کی تحریرات کسی غیر اہل زبان کا نتیجہ فکری ہے۔ آپ کے بعض فتاویٰ انگریزی زبان میں بھی ہیں۔ (۱۱)

فتاویٰ رضویہ کی جامعیت

فتاویٰ رضویہ کے مطالعے سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی حیرت انگیز قوتِ مطالعہ، قوتِ حافظہ، قوتِ استدلال، استنباطِ مسائل میں ندرت، فنِ استخراج اور قوتِ بیان کا اندازہ ہوتا ہے۔ بہت سے فتاویٰ میں زیر بحث مسائل کی تحقیق کے ساتھ ساتھ دیگر علوم و فنون پر بھی مہیا رہی تحقیق ملتی ہے مثلاً حوض کی مقدار، درود اور ذراع سے متعلق یہ فتویٰ

الہی التمدید فی الماء المستدین (۱۲)

رجب السباحة فی میاء لایستوی و جمھا وجوفھا فی

المساحة (۱۳)

(۱۱) حیات مولانا احمد رضا خاں از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۲، فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۲۲۱ تا ۲۳۰، ۳۔ الضاحج ۱ ص ۲۲۲ سے

یہ دونوں مسائل علم ریاضی کا بہترین شاہکار ہیں، اسی طرح ایک اور رسالہ میں ترکیب اجسام، پانی کے رنگ اور شعاوں کے انعکاس و انعطاف وغیرہ کی بحثیں جو علم طبیعیات سے متعلق ہیں اس رسالہ میں بدرجہ کمال ملتی ہیں۔

الدقة والبيان لعدد الرقعة والسيلان (۳)

المطر السعيد على بنت جنس الصعيد (۴)

جنس ارض کی تحدید و تعدید اور جنس ارض کے آثار سے متعلق یہ فتویٰ ریاضیات سے متعلق

ایک فنی شاہکار ہے۔

فاضل بریلوی کو فقہی کلیات اور فقہی جزئیات پر بے پناہ ملکہ اور غیر معمولی مہارت حاصل تھی

فقہ حنفی پر ان کی تحقیق حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔ جزئیات فقہ پر عبور کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں

مثلاً وہ پانی جس سے وضو جائز ہے اس کی ایک سو ساٹھ قسمیں مولانا بریلوی نے بیان

فرمائی ہیں (۵) اور وہ پانی جس سے وضو جائز نہیں ہے اس کی ایک سو چھیالیس قسمیں ہیں (۶) اسی طرح

پانی کے استعمال سے عجز کی ایک سو پچھتر (۷) صورتیں بیان کی ہیں اور اس موضوع پر صحیح المناء

فیما یورث العجز عن الماء نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا (۸)

النور والنورق لاسفار ماء مطلق (۸) رسالہ ماء مطلق و مقید

کی تحریف و تفصیل میں ہے۔

اگر پانی دستیاب نہ ہو تو طہارت کے لئے شریعت نے تیمم کو وضو اور غسل کے قائم مقام

کیا ہے تیمم کس طرح اور کس چیز سے جائز ہے۔ اس کی ایک سو اکیاسی قسمیں بیان کی ہیں (۹) منصوصاً

(۳) فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۲۸۲ سے ۲۹۹۔

(۴) ایضاً ص ۶۶۸ - ۷۱۹

(۵) فتاویٰ رضویہ ج اول ص ۲۵۶

(۶) ایضاً ۳۵۰، ۴۷۲، ۵۲۳، (۷) ایضاً ص ۶۱۱ - ۶۵۹

(۸) ایضاً ص ۴۰۷ سے ۵۵۳۔

اور ایک سو سات مزیدات مصنف اور وہ اشیاء جن سے تمیم جائز نہیں ہے اس کی ایک سو تین قسمیں بیان کیں۔ ۵۸ منصوصات اور ۷۲ زیادات (۱)

صرف انہی مثالوں پر بس نہیں ہے بلکہ مولانا بریلوی کی ہر تصنیف و تحقیق موجود تحقیقی اصولوں کے اعتبار سے بھی نہایت مکمل و محقق ہیں، ان فتاویٰ کے مطالعے سے قرآن پاک کا یہ فرمان سچ معلوم ہوتا ہے۔ و نزلت علیک الكتاب تبیاناً لكل شیء عا

جب ایک امتی پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بے شمار علوم و فنون کے خزانے کھول دیے جن سے محاصرین کی عقل حیران ہے تو صاحب قرآن کے علوم و فنون کی معلومات کا کون اندازہ لگا سکتا ہے اگر اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم معلومہ کی تحدید و تعین کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں لاکھوں جزئیات قدیمہ، جدیدہ کے منقح مسائل کا صاف صاف حکم ہے علماء کے لئے ہزار ہا پیچیدہ مسائل کی اعلیٰ تحقیق و تطبیق ہے، محدث، مفسر، نقیہ اور صوفی جدید، قدیم علوم دینیہ و دنیاویہ کے فضلاء کے مذاق کے متعلق مسائل کی تحقیق ہے ہر مسئلہ میں اصول تفسیر، اصول فقہ و اصول حدیث کی روشنی میں قرآن کریم، حدیث سے متدلات کی کثرت ہے، یہی نہیں بلکہ فن ہیت، ریاضی، مندرسہ، توحید و فرائض سے متعلق مسائل کی فاضلانہ تحقیق ہے۔ مسلک اہل سنت کے اثبات و حقانیت پر مسکت دندان شکن دلائل بکثرت ہیں۔ دور جدید کے نئے نئے مسائل کی تحقیق و تشریح اور ان کا شرعی حل ہے۔ بدعات و منکرات کا کمر توڑ رہا ہے۔ یہ تمام وہ خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے فتاویٰ رضویہ کی ادولیت و فضیلت کا ہر عالم قائل ہے۔

مولانا بریلوی نے ۱۲۲۵ھ میں فتاویٰ رضویہ کے چند عربی فتاویٰ نمونہ حافظ کتب الحرم سید اسماعیل خلیل کو بھیجے تھے تو انھوں نے مطالعہ کر کے بے ساختہ تخریر فرمایا۔

واللہ اقول والحق انه لو راها ابو حنیفة النخمان لأقرت علیه
و یجعل مؤلفها من جملة الاصحاب (۲)

۱۱۔ فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۶۶۸-۷۱۹

۱۲۔ الاجازت المتینت للعلماء مکتبہ المدینتہ از مولانا احمد رضا خاں۔

ترجمہ " میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ابوحنیفہ نعمان ان کو دیکھتے تو ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی اور اس کے مؤلف کو اپنے تلامذہ میں شامل کر لیتے۔ "

مولانا بریلوی کا دیگر مذاہب پر ادراک

فقہ حنفی کے علاوہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر مذاہب عالم پر بھی بہت وسیع و عمیق تھی۔ فتاویٰ رشیدیہ میں اس طرح کی نظیر نہیں ملتی۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مستفتی نے سوال کیا کہ عیسائی کے ہاتھ کی چھوٹی ہوئی شیرینی قابل استعمال ہے یا نہیں الخ تو آپ نے مندرجہ ذیل جواب فرمایا۔

الجواب :- نصاریٰ کے مذہب میں خون حیض کے سوا شراب پیشاب یا خانہ غرض کوئی بلا اصلًا ناپاک نہیں۔ وہ ان چیزوں سے بچنے پر مہنتے اور اپنی ساختہ تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں تو ان کا ظاہر حامل نجاسات سے مشروط ہی رہتا ہے۔ امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں۔
یتعین علی من الہ امر ان یقیم من الاسواق من لیشغل
بہذا السبب (یبدیع الاسترابة الدوائیہ کشراب العناب و
شراب البنفسج وغیر ذلک) من اهل الکتاب۔ لان النصاری عند
ہم ابوالہم۔ طاہرہ ولا یتدینون تبرک منجاستہ الا وہما حیض
فقط فالشراب الماحوز من النصاری الغالب علیہ انه متنجس
استفسارات اور نصاریٰ کے تشریحی استفسار میں ہے مسلمان لوگ بول دبراز اور خون سے آلودہ رہنے
کو عقلاً بھی نامستحسن جانتے ہیں اور عیسائی لوگ اس بات پر اہمیت نہیں کرتے ہیں تو ان کی چھوٹی
ہوئی تر چیزوں کا استعمال شرعاً مطلقاً مکروہ و ناپسند جیسے بھیکے ہوئے پان اگرچہ مسلمان ہی کے پانی
سے بھیکے ہوں کماحقاً ذلک فی کتابنا الاحلی من السكر لطیبة سکر روس الی آخرہ

حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی تبحر اور فتاویٰ کی جامعیت کے لئے اتنا ثبوت بھی کافی ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ میں آپ کے فتاویٰ بعینہ کئی مسئلوں میں ملتے ہیں۔ بعض مواقع پر تو صاحب فتاویٰ رشیدیہ نے فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی تصدیق فرمادی ہے بعض جگہ پر اختلاف کیا ہے اور بعض جگہ مرتب نے بطور استشہاد پیش کیا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۵ پر فاضل بریلوی کا فتویٰ اس طرح نقل ہے۔

فتویٰ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی موصولہ از مولوی عبدالصمد رامپوری مجموعہ فتاویٰ

قلمی مولوی احمد رضا خاں صاحب منقولہ از جلد رابع کتاب الخطر والاباحہ ص ۲۱

سوال :- تین برس کے بچے کی فالتو دو جے کی ہونا چاہیے یا سوم کی ہونا چاہیے۔

بدینوا توجروا۔

الجواب :- شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن باقی

یہ تعین عرضی ہیں جب چاہیں کریں انھیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت و بدعت ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المدینہ احمد رضا بریلوی عفی عنہ محمد بن مصطفیٰ

البنی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس فتویٰ کے حاشیہ پر جامع فتاویٰ رشیدیہ نے یہ عبارت تحریر کی ہے۔

یہ فتویٰ برائے اطلاع مجوزین بدعات تحریر کرکھا جاتا ہے کیونکہ لوگ جو ان میں سے بڑے شمار

کئے جاتے ہیں وہ ہمارے علماء مانعین کی موافقت کرتے ہیں لہذا عالمین بدعات کو چاہیے کہ توجہ کریں

اور اس سے باز آئیں

اس عبارت میں ہمارے علماء مانعین کی موافقت کرتے ہیں۔ جملہ قابل توجہ ہے۔ جامع فتاویٰ

رشیدیہ نے اپنے علماء کے ایک فتویٰ کی تائید میں اس کو نقل کیا ہے جس کا جواب اس طرح شروع ہے۔

جواب :- صورت مسئلہ کا یہ ہے کہ مجتمع ہونا عزیز واقارب وغیر ہم کا واسطے پڑھنے

قرآن مجید کے یا کلمہ طیبہ کے جمع ہو کر روز وفات میت کے دیا دوسرے روز یا تیسرے روز بدعت و

مکروہ ہے الخ۔

اس فتویٰ میں مطلق قرآن مجید کی تلاوت کو اور کلمہ طیبہ کو پڑھنا ان دنوں میں منع قرار دیا گیا ہے اور فاضل بریلوی "انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت و بدعت" قرار دیا ہے نہ کہ مطلق ایصالِ ثواب کو، اس بنا پر یہ استشہاد ہی غلط اور گمراہ کن ہے

نقادِ رشیدیہ میں مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا ایک تفصیلی فتویٰ لہو و لعب کے تائید بلجے، ڈھول ہتھبازی، طلائف نقرئی سہرا، زندگی کا ناچ وغیرہ کے بارے میں موجود ہے جس پر متعدد علماء اعلیٰ کی تصدیقات ہیں، انھیں مولانا نعیم الدین صاحب میر آبادی کی بھی تصدیق ہے مولوی رشید احمد گنگوہی نے ان تمام تصدیقات کے بعد بغیر کسی تفصیل کے اس فتویٰ کی تصدیق فرما دی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مولانا سے کلی طور پر متفق ہیں۔ (۱)

اسی طرح مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مدلل فتویٰ نقادِ رشیدیہ میں موجود ہے

جس کا آغاز اس طرح ہے۔

الجواب :- جو اپنی ضرورت شرعیہ کے لائق مال رکھتا ہو یا اس کے کسب پر قادر ہے اس سے سوال حرام ہے اسخ۔ اس فتویٰ پر بھی مولوی گنگوہی کی تصدیق بغیر کسی تفصیل کے موجود ہے (۲)

مولانا بریلوی کا ایک فتویٰ دربارۃ فاتحہ سوم و چہلم ہے جس پر مرتب نقادِ رشیدیہ نے غلط استشہاد کیا ہے۔ (۳)

نقادِ رشیدیہ میں مولانا احمد رضا خاں کا ایک فتویٰ دربارہ عدم جواز مولود شریف منقذہ ناسق و ناجر موجود ہے اس فتویٰ میں مولانا بریلوی کے رد بدعات و منکرات میں شدت اور سخت گیری کا پتہ لگتا ہے۔ (۴)

ان تمام نقادوں سے اتنی بات تو ظاہر ہے کہ صاحبِ نقادِ رشیدیہ بھی مولانا بریلوی

- ۱۔ نقادِ رشیدیہ ج ۲ ص ۴۸
 ۲۔ نقادِ رشیدیہ ج ۲ ص ۴۴-۴۵
 ۳۔ نقادِ رشیدیہ ج ۱ ص ۱۵
 ۴۔ نقادِ رشیدیہ ج ۲ ص ۸۸-۹۰

کے علمی تعمق اور فقہی تبصر کے قائل تھے اسی لئے مرتب فتاویٰ نے ان کو شامل کیا ہے۔

نوٹ: ... اس قسم کی مثالیں فتاویٰ رضویہ میں کہیں نہیں ملتیں البتہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی مولوی رشید احمد گنگوہی کے بعض فتاویٰ پر بھرپور تعاقب کی مثالیں نظر آتی ہیں مثلاً نوٹ ادنیٰ آرڈر کے مسئلے پر انھوں نے مجتہدانہ اور فقیہانہ شان سے تعاقب کا حق ادا کیا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ۱۱/۷)

فقہی درباب عدم جواز مجلس مولود مرد و عورت از مجموعہ فتاویٰ قلمی مولوی احمد رضا حمال صاحب منقولہ از باب الخطر ص ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳ موصولہ از مولوی عبدالصمد صاحب رامپوری استفادہ اس مسئلہ میں کہ مجلس میلاد خیر العباد علیہ الوف تحیتہ الی یوم المتناذہ میں جو شخص کے مخالف شرع مٹھہرہ تارک صلاۃ شارب خمر ہو دارطھی کھاتا ہو یا منڈواتا ہو سو شخصیں بڑھانا ہو بے وضو بے ادبی گستاخی سے بردایات موضوعہ ہتھیار دو چار آدمیوں کے ساتھ ملجھ کر مولود پڑھتا ہو یا پڑھاتا ہو اور کوئی مسئلہ بتائے تنبیہ کرے تو استہزا و مزاج کرے بلکہ اپنے معتدلوں کو حکم کرے کہ دارطھی منڈوانے والے دکھانے والوں سے بہتر ہیں کیونکہ جیسے ان کے رخسار صاف ہوتے ہیں ایسے ہی ان کے دل مثل آئینہ کے صاف و شفاف ہیں ایسے شخص سے مولود شریف پڑھوانا یا اسکو پڑھنا یا منبر و مسند پر تعظیماً بیٹھنا بیٹھانا یا مجلس و حاضرین و سامعین کا ایسے اشخاص کو بوجہ خوش آدازی کے چوکی پر مولود پڑھنے بٹھانا جائز ہے یا نہیں اور ایسے آدمی سے رب الحزبتہ جل مجدہ اور روح حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش ہوتی ہے یا ناخوش اور پردگار عالم ایسی مجالس سے خوش ہو کر رحمت نازل فرماتا ہے یا غضب اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان محافل میں تشریف لاتے ہیں یا نہیں۔ بائین اور حاضرین محافل کے مستحق رحمت ہیں یہ غضب بنیوا من الکتاب تو جرداً عند الارباب

الجواب :-

افعال مذکورہ سخت کبار ہیں اور ان کا مرتکب اشد ناسق و فاجر مستحق عذاب نہیں غضب رحمان اور دنیا میں مستوجب ہزاران ذلت و ہواز خوش آدازی خواہ کسی علت نفسانی کے باعث اسے مجرم مسند پر کہ حقیقت مسند حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے تعظیماً

بٹھانا اس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے قبیین الحقائق وفتح اللہ المعین
 وطحطاوی علی صدیقی الفلاح وغیرہ میں ہے۔ فی تقدیم الفاسق
 لعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً۔ روایا موضوعہ پڑھنا بھی
 حرام سنا بھی حرام ایسی مجالس سے اللہ غروجل اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کمال ناراض
 ہیں اور ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پا کر بھی حاضر ہونے والے سب
 مستحق عذاب الہی ہیں یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبال میں جدا گرفتار ہیں اور ان سب کے وبال
 کے برابر اس پڑھنے والے پر وبال ہے اور خود اس کا گناہ اسپر اور علاوہ اور ان حاضرین و قارئین
 سب کے برابر گناہ ایسی مجلس کے بانی پر ہے اور اپنا گناہ خود اس پر طرہ۔

مثلاً ہزار شخص حاضرین مذکور ہوں تو ان پر ہزار گناہ اور اس کو اب قاری پر ایک ہزار
 ایک گناہ اور بانی پر دو ہزار دو ایک ہزار حاضرین کے اور ایک ہزار ایک اس قاری کے اور ایک
 خود اپنا پھر یہ شمار ایک ہی بار نہ ہوگا بلکہ جس قدر روایات موضوعہ جہد رکلات شروع وہ قاری جاہل جری پڑھے گا ہر روایت ہر کلمہ پر یہ حساب
 وبال عذاب تازہ ہوگا مثلاً فرض کیجئے کہ ایسے سو کلمات مردودہ اُس مجلس میں اُس نے پڑھے تو ان حاضرین میں
 ہر ایک پر سو سو گناہ اور اس قاری علم و دین سے عاری پر ایک لاکھ ایک سو گناہ اور باقی پر دو لاکھ دو سو
 گناہ، وفتی علی مذا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من دعا الی ہدی کان لہ
 من الاجر مثل اجور من تبعہ لاینقص ذلک من اجور ہم شیاً
 ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثم من تبعہ
 لاینقص ذلک من آثمہ شیاً رواہ الاممہ احمد و مسلم
 والاربعة عن ابي ہدیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاک و منزه ہیں اس سے کہ ایسی
 ناپاک جگہ تشریف فرما ہوں البتہ وبال ابلیس، شیاطین کا ہجوم ہوگا۔ والعیاذ باللہ رب العالمین،
 ذکر تشریف حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم با وضو ہونا مستحب ہے اور بے وضو بھی جائز اگر
 نیت معاذ اللہ استخفاف کی نہ ہو۔ حدیث صحیح میں ہے کان الینی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم ینذکر اللہ تعالیٰ علی کل احیانہ۔ رواہ الاممہ احمد
 و مسلم والاربعة الالسانی عن ام المومنین الصدیقہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا ورواہ البخاری تعلیقاً۔ اور اگر العیاذ باللہ استخفاف
 تحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہے پھر مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزا صراحتہ کفر ہے قال اللہ
 تعالیٰ قتل ابا اللہ وایاتہ ورسولہ کنتہ تمہن وذنہ لا
 تحتذروا وقد کفرتم لجد ایمانکم یوں ہیں وہ کلمہ ملعونہ کو طرہی منڈانے
 والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں الخ صاف سنت متواترہ کی توہین اور کلمہ کفر ہے۔
 والعیاذ باللہ رب العالمین واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 وعلیہ جل مجدۃ اتم واحکم

۱۳۰۰

محمدی سنی حنفی
 عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں

کتبہ عبدالمذنب احمد رضا بریلوی

عفی عنہ لرحمن المصطفیٰ البنی الامی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فاضل بریلوی کبارٹر کے مرکب فاسق کے لئے کس قدر متشدد ہیں اس فتویٰ میں اسکی
 اچھی مثال موجود ہے لہذا جو لوگ ترک سنت اور ارتکاب کبارٹر کے دی ہوں ان کو بھی توبہ کرنی
 چاہیے



ماخذ و مراجع

- ۱- تذکرۃ الرشید ج ۲، ۱ از مولانا عاشق الہی میرٹھی مطبوعہ سہارنپور
- ۲- حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد سیالکوٹ
- ۳- الدولة المکیة از مولانا احمد رضا خاں بریلوی بریلی
- ۴- العطايا النبویة فی الفتاوی الرضویہ ج ۲ از مولانا محمد احمد رضا خاں نیلنی تال
- ۵- من ہوا احمد رضا البریلوی از استاد شجاعت علی قادری لاہور
- ۶- دروس التاريخ الاسلامی ج ۲ از شیخ محی الدین الخياط بیروت
- ۷- النوار الحدیث از مفتی جلال الدین احمد مجدی برادین شریف
- ۸- نقش کر بلا از علامہ ارشد قادری کلکتہ
- ۹- تفسیر نعیمی پارہ دوم از مفتی احمد یار خاں نعیمی گجرات پاکستان
- ۱۰- فتاوی رشیدیہ ج ۲، ۱ از مولانا رشید احمد گنگوہی مراد آباد
- ۱۱- رہبر و رہنما از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کراچی
- ۱۲- مختصر تاریخ اسلام بشیر احمد طاہر اور محمد جلال الدین سعید حیدر آباد دکن
- ۱۳- فتاوی رضویہ ج ۱۱ مولانا احمد رضا خاں بریلی
- ۱۴- مجموعہ رسائل ج ۱ مفتی سید شجاعت علی قادری کراچی
- ۱۵- مکمل تاریخ اسلام از مفتی شوکت علی فہمی دہلی
- ۱۶- فتاوی رضویہ ج ۳ از مولانا احمد رضا خاں بمبئی
- ۱۷- فتاوی رضویہ ج ۱ از مولانا احمد رضا خاں
- ۱۸- خیر البیان از مولانا زید ابوالحسن فاروقی دہلی
- ۱۹- حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ از ظفر الدین بہاری مطبوعہ کراچی
- ۲۰- الاجازة الرضویہ از مولانا احمد رضا خاں بریلوی

کراچی	از مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں	المسفوظ حصہ اول	-: ۲۱
لاہور	از پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد	فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں	-: ۲۲
	مولانا عبدالحمید لکھنوی	نزہتہ الخواطر ج ۸	-: ۲۳
لاہور	۲۵ نومبر ۱۹۶۲ء	ہفت روزہ شباب	-: ۲۴
انٹیم گڑھ	فروری ۱۹۶۲ء	معارف	-: ۲۵
لاہور	از مولانا عبدالحکیم شرف قادری	اندھیکے سے اُجالے تک	-: ۲۶
لاہور	از مولانا احمد رضا خاں	کفل الفقیہ الفاہم	-: ۲۷
		البدایۃ والنہایۃ ج ۸	-: ۲۸
		مقدمہ ابن خلدون	-: ۲۹
		کامل ابن اثیر ج ۴	-: ۳۰
مصر، لاہور	از احمد حسن الزیات	تاریخ ادب عربی	-: ۳۱
بیرود	از عزیز اباطتہ	مشرح الشعر لغزیر اباطتہ ج ۱	-: ۳۲
مصر	عمر الدسوقی	المسرحیۃ نشأتا و تاریخہا اصولہا	-: ۳۳
دہلی مطبوعہ از مخطوط	ملفوظات شاہ ولی اللہ	القول الجلی (فارسی)	-: ۳۴
	مولانا عاشق بھلی		-: ۳۵
	از شیخ عبدالحق محدث دہلی	اشعۃ اللمعات	-: ۳۶
نئی دہلی	مولانا یاسین اختر ایڈیٹر	ماہنامہ حجاز جدید جولائی ۱۹۸۹ء	-: ۳۷
کاکوری لکھنؤ، یو۔ پی	ملفوظات شاہ ولی اللہ	القول الجلی (اردو)	-: ۳۸

